تذکرہ

انیس الاحبّا

مشتمل بر شعرائے ریختہ

تالیف

موہن لال انیس

مرتبہ و مترجمہ

عطا کاکوی

تذکرہ

انیس الاحبا

تالیف

موہن لال انیس

مشتمل بر

تراجم شعرائے ریختہ

مرتبہ

سید شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی

یو، جی، سی پروفیسر فارسی پٹنہ یونیورسٹی

۱۳۹۱ھ

۱۹۷۱ء

اشاعت اول ۱۹۷۱ء

تعداد اشاعت ۵۰۰

کاتب محمد شریف داناپوری

مطبع دی آرٹ پریس سلطان گنج پٹنہ ۶ء

ناشر- عظیم الشان بکڈپو
سلطان گنج پٹنہ ۶

قیمت ایک روپیہ ۵۰ ر پیسے

پیش لفظ

انیس الاحباء فارسی شعرا کا تذکرہ ہے جس کا مصنف موہن لال انیس ہے۔ اس تذکرہ کی دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت کا سال تصنیف ۱۱۹۷ھ ہے اور اس میں کل ۵۰ شعرا کے تراجم تھے۔ دوسری روایت کا سال تکمیل ۱۲۲۵ھ ہے اس میں کل ۹۱ شعرا کے تراجم ہیں جو فاخر مکیں کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ ایک فصل میں مصنف نے اپنے استاد فاخر مکیں کا مفصل حال لکھا ہے اور دوسرے فصل میں فاخر کے استاد عظمائے اکبر کا ترجمہ ہے۔

جس دور کی یہ تصنیف ہے اس دور میں مختلف تذکرے مرتب ہوئے۔ مثلاً سفینۂ ہندی، بھگوان داس ہندی کا، مصحفی کے تینوں تذکرے، عقد ثریا، تذکرہ ہندی اور ریاض الفصحا، گل رعنا، چمنستان شعرا اور شام غریباں، لچھمی نرائن شفیق کے تذکرے ان میں بعض تو صرف فارسی شعرا کے تذکرے ہیں اور بعض ریختہ گو شعرا کے مگر وہ تذکرے بھی جو اس دور کی پیداوار ہیں اور فارسی شعرا کے تراجم پر مشتمل ہیں۔ ان میں بہتیرے ایسے شعرا بھی ملتے ہیں جو ذولسانین تھے یعنی

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں داد سخن دیتے تھے۔ اور ایسے تذکرے اردو شاعری کی تاریخ مرتب کرتے ہیں ایسے ہی ضروری ہیں جیسے کہ اردو شعرا کے تذکرے انیس الاحبا کا بھی یہی حال ہے۔ یہ اس دور کی تصنیف ہے۔ جب کہ فارسی کے ساتھ ریختہ گوئی کا بھی کثرت سے رواج ہو چکا تھا۔ اور اسی لئے انیس الاحبا میں جو ۹۱ شعرا کے تراجم ہیں ان میں کم سے کم چوتھائی شعرا تو ایسے ہیں جنہوں نے ریختہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اسی لئے یہ ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ ان شعرا کے تراجم کا اردو میں ترجمہ پیش کر دیا جائے۔ جو اردو میں بھی کہتے ہیں اور اس طرح ۲۷ شعرا کا یہ تذکرہ پیش خدمت ہے۔

انیس الاحبا ایک خاص نہج کا تذکرہ ہے۔ یہ محض ان شعرا کا تذکرہ ہے جنکی فاخر مکیں سے وابستگی تھی اور جو ان کے حلقۂ تلامذہ میں داخل تھے[1] یا پھر ان کے جو مکیں کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ اس طرح یہ تذکرہ ایک خاص مکتبہ خیال کی ترجمانی کرتا ہے۔ اور ایک خاص دور کی شعری زندگی کا خاکہ ہے۔

قبل اس کے کہ اس تذکرہ کی ادبی، تاریخی اور شعری اہمیت بتائی جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر مصنف کے حالات بھی

---

[1] دو شاعر مستثنیٰ ہیں ایک کریم داد خاں رونق دوسرے انشا۔ یہ دونوں فاخر کے شاگرد نہ تھے۔

بنا دیئے جائیں۔

موہن لال انیس خانوادہ کالستھ کے سریواستو طبقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ باپ کے نام میں تذکرہ نویسوں نے غلطی کی اور قریب قریب سب نے ان کے والد کا نام تولارام بتایا ہے، یہ غلطی اس بنا پر ہوئی کہ خود انیسؔ نے اپنے کو "از فرزنداں تولارام" کہا ہے جس سے اسکی مراد یہ ہے۔ کہ تولارام اس کے اوپر کے بزرگ تھے۔ سفینہ ہندی کا مصنف چونکہ اس کا ہم عہد تھا۔ اس نے انیس کے والد کا نام صحیح بتایا ہے کہ کنور سین تھا۔ یہ شہادت اپنی جگہ پر اٹل ہے۔ دادا کا نام اودھی راج تھا جو خاندان تولارام سے تھے۔ تولارام گوپامئو (خیرآباد) میں قانون گو تھے۔ یہ خاندان بعد میں لکھنؤ میں آکر مقیم ہو گیا۔ انیسؔ یہیں پیدا ہوئے۔ پیدائش کا سال تو معلوم نہیں مگر قرائن کہتے ہیں اور جیسا کہ مصحفی نے ریاض الفصحا میں کہا ہے کہ ان کی عمر ۷۰ سال کی تھی تو اگر ریاض الفصحا کی ترتیب اور تکمیل کے سال (۳۶ - ۱۲۲۱ھ) کا لحاظ رکھا جائے تو ولادت ۱۱۵۵ھ اور ۱۱۶۶ھ کے مابین قرار پائے گی۔

انیس نے ابتدا میں کریم داد خان رونق سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ شاعری کا شوق ہوا تو پہلے خستہ تخلص رکھا لیکن جب شتاب رائے سے محبت ہوئی تو اپنا تخلص بیتاب رکھا اور آخر میں انیسؔ۔ فاخر مکین سے اصلاح لی۔

انیس کی تاریخ وفات کا علم نہیں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ

۱۲۳۹ھ تک یقینی زندہ تھے اس لیے کہ ایک تاریخی قطعہ اسی سنہ کا ان کے فارسی دیوان میں ملتا ہے۔

انیس کی صرف دو تصانیف کا علم ہے ایک تو فارسی دیوان دوسرے تذکرہ انیس الاحباء دیوان کے دو قلمی نسخے ملتے ہیں۔ ایک رام پور میں دوسرا نیشنل لائبریری کلکتہ کے بہار سکشن میں۔ انیس درجہ اول کا شاعر تو نہیں کہا جا سکتا مگر اس دور کے تذکرہ نگاروں نے اس کی خوش گوئی کی تعریف کی ہے۔ دیوان میں ہر صنف سخن کا نمونہ ملتا ہے۔

تذکرہ انیس الاحباء اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسکی پہلی اہمیت تو تاریخی ہے جس میں مولف نے اپنے معاصرین کا حال تفصیل سے لکھا ہے اور اس دور کے شعرا کی باہمی صحبت اور ادبی خصوصیت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ مولف چونکہ فاخر مکین کا چہیتا شاگرد تھا۔ اس لئے مکین کے گرد و پیش کے حالات اور اس دور کی ادبی فضا کا جو خاکہ وہ پیش کرتا ہے وہ اہمیت رکھتا ہے۔ چونکہ خود بھی شاعر ہے اپنے خواجہ تاشوں کا حال منی دعن بیان کرتا ہے اور کلام پر رائے دیتا ہے۔ دوسری اہمیت یہ ہے کہ انیس نے اکثر شعرا کے کلام کا انتخاب بڑی مقدار میں دیا ہے اسی وجہ سے اس تذکرہ کی اہمیت بڑھ گئی ہے خصوصًا ایسے شعرا کا کلام جن کا کوئی دیوان دستیاب نہیں۔

انیس الاحباء کے نسخے کم یاب ہیں۔ دو نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔ ایک

نسخہ روایت اول کا ہے دوسرا روایت دوم کا ایک نسخہ علی گڑھ میں ہے
ایک نسخہ کتب خانہ ملی طہران میں ایک برلن لائبریری میں ایک نسخہ خدابخش
لائبریری میں۔

سید انوار احمد لکچرار شعبہ فارسی دانشکدہ پٹنہ لائق ستائش
ہیں جنہوں نے بڑی محنت سے انیس الاحبا کا ایک مستند نسخہ مخطوطات
کی مدد سے میری نگرانی میں مرتب کر کے اور اس پر سیر حاصل تبصرہ کر کے
پٹنہ یونیورسٹی میں مقالہ پیش کیا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یہ
تذکرہ ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا اس میں فاخر مکین اور ان کے
استاد کے حالات چھوڑ کر ۹۱ شعرا کا حال ملتا ہے اور ان کے فارسی
کلام کا مستند انتخاب ہے۔ ان ۹۱ شعرا میں ۲۷ ایسے ہیں جو
ریختہ کے بھی شاعر تھے اور بعض تو ریختہ کے مسلم الثبوت
استاد بھی تھے۔ مثلاً انشا، دلوانہ، بقا، محبت،
حسرت، تسلی، نوا، حسن، جرأت وغیرہ۔

مصنف چونکہ سب کو قریب سے جانتا ہے اور معاصر رہ
چکا ہے۔ اس لئے اس کے بیان کردہ حالات زیادہ وقیع ہیں۔
اسی بنا پر ان ۲۷ شعرا کے تراجم پیش کئے جا رہے ہیں۔ تاکہ اردو
شاعری کی تاریخ میں کچھ مفید اور مزید باتیں دستیاب ہو سکیں۔
ہو سکتا ہے کہ بقیہ ۶۴ شعرا جو محض فارسی گو سمجھے گئے ان میں سے بھی دو ایک

اور اردو کہنے والے ثابت ہو جائیں کیونکہ تحقیق کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے اور وہ دور یوں بھی ذولسانی شعرا کا تھا۔

اس تذکرہ کی ترتیب بھی عموماً وہی ہے یعنی شعرا کے حالات کا اردو میں ترجمہ جس طرح میں نے اور تذکروں کو شائع کیا ہے۔ کلام چونکہ فارسی کا تھا اس لئے ان کو نظر انداز کر دیا گیا صرف تعداد اشعار ظاہر کر دی گئی ہے۔

امید ہے کہ یہ تذکرہ بھی شرف قبولیت حاصل کرے گا۔

عطا منزل
۱۲ جولائی سنہ ۱۹۷۱ء
۷ جمادی الاول سنہ ۱۳۹۱ھ

عطا کاکوی

فہرست شعرا

—۰—

عرض حال مصنف

[فارسی عبارت میں بجا انشا پردازی کے تکلفات کے جوہر
دکھائے ہیں اس لیے محض کام کی باتیں بیان کی جا رہی ہیں۔
عطا]

حمد خدا و نعت احمد مجتبیٰ صلعم کے بعد خوشہ چین خرمن سخنوراں تذکرہ
نویس موہن لال انیس جو ایک ادنیٰ حاضر باش خدمت حضرت مرزا محمد
فاخر مکین کا ہے عرض کرتا ہے کہ دیوان (فارسی) مرتب کرنے کے بعد یہ خیال تھا
کہ حضرت استاد کے تلامذہ کے اشعار مع حالات جمع کر کے ایک تذکرہ مرتب
کروں تاکہ یادگار رہے لیکن یہ بات دل کی دل ہی میں رہی۔ فی الحال ...
...... حضرت نواب سرفراز الدولہ ناظم الملک مرزا حسن رضا خاں بہادر
ظفر جنگ نائب وزیر الممالک یحییٰ خاں آصف الدولہ بہادر کے دیوان
عالی شان یعنی معتمد الدولہ مہاراج دھیراج ٹکیت رائے بہادر
صلابت جنگ نے اس ناچیز ہیچمداں کو اپنے ایک مخصوص دوست
رائے سیتل داس کو بھیج کر بلوایا اور خاکسار کو اپنا جلیس خاص بنایا
اور خطاب رئیس الشعرا عنایت فرما کر سرفراز فرمایا۔ اتفاقاً کسی نے تذکرہ شعرائے

شیخ علی حزیں لا کر حضور میں پیش کیا۔ حضرت نے پڑھ کر فرمایا کہ آجکل کوئی ایسا ہو جو اسی طرح کا تذکرہ لکھکر بطور یادگار چھوڑ جائے۔ رائے صاحب نے میری جانب اشارہ کیا۔ حضرت نے فوراً بہت خوش ہو کر مجھ سے مخاطب ہو کر دلجوئی فرمائی۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ میری کیا بساط جو اس طرح کا تذکرہ مرتب کروں اور اگر تلاش و جستجو کے بعد کچھ لکھ بھی سکا تو اس کا رتبہ کیا ہوگا اسلئے معذور رکھا جاؤں مگر عذر مانا نہ گیا مجبوراً اکر ہمت باندھی اور تذکرہ لکھنا شروع کیا۔

واضح رہے کہ اس تذکرہ کی تالیف کا مقصد محض احوال و اشعار تلامذہ حضرت مرزا صاحب کو بیان کرنا ہے مگر مناسب سمجھا کہ پہلے کچھ احوال اور کلام حضرت مرزا صاحب کے بھی لکھے جائیں اور ضمناً ان کے اسناد یعنی عرفائے اکبر کے بھی احوال و اشعار درج کر دیئے جائیں۔ اس تذکرہ کی ترتیب یہ ہے کہ افتتاح میں احوال و کلام اکسیر ہے۔ اسکے بعد فتح الباب میں احوال و کلام حضرت فاخر مکیں ہے۔ فصل بہار آں جناب کے مسلم تلامذے کے احوال و افکار ہیں۔ فاصلہ میں ان شاگردوں کا بیان ہے جو فرقہ ہنود سے ہیں۔ اختتام میں فاخر مکیں کے تلامذہ کے مسلم شاگردوں کے احوال و افکار ہیں۔ اور حسن خاتمہ میں آنجناب کے تلامذہ کے ہندو شاگردوں کا بیان ہے۔

چونکہ اس تذکرہ میں حضرت استاد محترم فاخر مکیں کا نام نامی بار بار آئیگا اسلئے ادب کا تقاضا تھا کہ بجائے نام کے ارشاد پناہی لکھا گیا

جہاں جہاں "ارشاد پناہی" پائیں اس سے مراد آں جناب ہیں۔ ایسے
اشخاص جن کا دل صاف نہ تھا اور ارشاد پناہی سے اصلاح لینے کے بعد
برگشتہ ہوگئے ان کا تذکرہ پسند خاطر نہ ہوا کہ اس تذکرہ میں جگہ دی جائے۔
اس تذکرہ میں ایسے ہی لوگوں کا بیان ہے جو میرے احباب ہیں اور ان کو
اس تذکرے سے انس ہے اسی لئے اس کا نام "انیس الاحبا" رکھا گیا
خدا سے دعا ہے کہ شرف قبولیت بخشے۔

تذکرہ شروع کرنے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس عہد
نا پرسی میں کتنے تنگ ظرف بے انصاف یہ سمجھ کر کہ تذکرہ نویسی کیا ہے
ایک قصہ پردازی ہے اس شغل کو اختیار کر لیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے
کہ اس کام کے لئے آدمی کو علم اور معلومات کا حاصل ہونا ضروری ہے تاکہ
دوسروں کے پایۂ علم کو سمجھ سکے۔ اور فرق عقل اور جاہل میں تمیز کر سکے چونکہ
یہ نااہل گروہ راہ تمیز سے دور ہیں اس لئے جو چاہتے ہیں لکھ مارتے ہیں۔
ایسے جاہل کو جو دو چار شعر بھی موزوں نہ کر سکیں ان کو ریلا کی بنا پر آسمان
اچھالتے ہیں کہ ارباب علم و فضل کے متعلق جو نہ لکھنا چاہیے وہ رقم کرتے ہیں
اور یہ نہیں سمجھتے کہ ایسا کرنے سے مطعون اہل امتیاز ہوں گے۔ اس ہیچمداں
نے جو اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا تو صرف دوستوں کے احوال و افکار کو
لکھا تاکہ ان کے بے کم و کاست حالات لکھ کر سبکدوشی حاصل کرے
اور کسی کی بیجا طرفداری کا الزام اپنے سر نہ لے۔ مبالغہ اور تکلف
آلمنت اور راستی سے دور ہے۔

فصل اول

مرزا فاخر مکین کے مسلم تلامذہ

ا۔ آفتاب عالم پناہ جم جاہ، سلیمان شوکت سکندر حشمت شہنشاہ معظم فریدوں فر شاہ عالم عالی گہر متخلص آفتاب، کہ جنکا احسان آفتاب عالم تاب کی مانند ذرات عالم پر عام ہے۔ خود آفتاب ان کے آستانے کی خاک سے صبح و شام روشنی حاصل کرتا ہے۔ ابتدائے عمر ہی سے موزوں کلام کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ شاہی امور کی مشغولیتوں کے باوجود فارسی اور ہندی میں اشعار موزوں کرتے ہیں چند اشخاص اس وسیلے سے ان کی سرکار سے وابستہ ہو کر ممتاز ہیں اور عنایات شاہی سے سرفراز الہ آباد کے سیر و سفر کے زمانہ میں کچھ دنوں حضرت ارشاد پناہی (مکین) سے مشورہ سخن کرتے رہے اور اپنا کلام ایک عرصہ تک آں جناب کے پاس ترتیب دینے کے لئے رکھ چھوڑا۔ یہ کلام جو آفتاب سے زیادہ روشن ہے اسی دیوان سے انتخاب کیا گیا ہے۔ (۵۰ شعر)

۲۔ راغب محمد جعفر خاں۔ بزرگی شعار، عالی تبار، رائے صائب
رکھنے والے محمد جعفر خاں راغب سلمہ اللہ پسر نواب ہدایت اللہ خاں
مرحوم، نبیرہ نواب شمس الدولہ لطف اللہ خاں صادق نبیرہ عزت الدولہ
شیر افگن خاں بہادر محمد شاہی، امیر گھرانے کے ذی اقتدار عمائد میں سے
ہیں۔ بچپن ہی سے موزوں کلام سے بڑی رغبت رکھتے ہیں۔ صفات
حمیدہ اور اطوار پسندیدہ سے آراستہ، عزت و اقتدار سے بہرہ مند۔
شاہجہاں آباد سے حملہ ابدالی کے بعد کچھ دنوں کے لئے لکھنؤ آکر رہے
اور اسی زمانے میں حضرت ارشاد پناہی سے مشورہ سخن کرتے رہے۔ آجکل
اتفاقات زمانہ سے مجبور ہو کر عظیم آباد چلے آئے اور اس دیار کو اپنے
حسن اخلاق سے رشک گلزار بنا دیا۔ اور اپنی خوبیوں کی وجہ سے
دور و نزدیک مشہور و معروف ہو گئے۔ آجکل اپنے استاد کے
رقعات و دیگر تحریرات کو بڑے ذوق و شوق سے جمع کر کے ایک کتاب
بنام گلزار جعفری مرتب کی ہے جس سے منشیوں کو فیض حاصل کرنے میں
مدد ملتی ہے۔ ارشاد پناہی کی توجہ آپ کے ساتھ بہ نسبت دوسرے
شاگردوں کے بہت زیادہ ہے۔ اپنے استاد کا ایک ضخیم دیوان (فارسی) مرتب
کیا ہے۔ یہ اشعار اسی دیوان کے ہیں (۲۳ شعر)

۳۔ ناطق | قاضی لطف علی خاں۔ علم و ہنر میں فائق۔ قاضی لطف علی خاں
ناطق بنارس میں جو سلاطین ماضی و حال کا پایتخت رہا
ہے منصب قضا پر مامور ہیں اور یہاں کے ممتاز لوگوں میں سرفراز ہیں۔ اچھے

شعور سے عربی تعلیم حاصل کی اور اشعار موزوں کرنے لگے۔ الہ آباد میں حضرت ارشاد پناہی سے وابستگی ہوئی اور ان سے اصلاح سخن لینے لگے۔ ملا محمد حسین نظیری کا دیوان اور چند عروض و قافیہ کے رسالے بھی حضرت ہی سے پڑھے اور اپنے سابق اور حال کے کلام پر حضرت ہی سے اصلاح لے کر دیوان مرتب کیا اور خوشگو، فکر شعرا سے سبقت لے گئے۔ (۲۳ شعر)

۴ محبت

نواب محبت خاں۔ عالی ہمت والا رتبت نواب محبت خاں تخلص محبت پسر نواب حافظ الملک حافظ رحمت خاں مغفور جو بڑی شان اور فضائل عالی کے لئے مشہور ہیں۔ یہ عربی کے بعض علوم کے حصول کے بعد چونکہ ہندی اشعار کہنے کی طرف طبیعت موزوں تھی ابتدا ہی سے کلام موزوں کرنے لگے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں درجہ کمال تک پہنچ گئے۔ آجکل کچھ دنوں سے فارسی میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ ۱۱۸۸ھ میں اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد آب و دانہ کی کشش سے لکھنؤ پہنچے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ ہندی کلام کی اصلاح مرزا جعفر علی حسرت سے لیتے ہیں اور فارسی اشعار ارشاد پناہی کو دکھلاتے ہیں اسی لئے ان کے احوال اس تذکرہ میں لکھے جاتے ہیں۔ جب نواب موصوف نے ارشاد پناہی کے کمالات ظاہری و باطنی کی شہرت سنی اور ان کی صحبت سے مستفیض ہوئے تو اپنا کلام اصلاح کے لئے پیش کیا۔ ان کی اکثر غزلیں بہت اچھی ہیں اور اشعار مرغوب ہیں۔ طبیعت روز افزوں ترقی پر ہے لیکن چونکہ زمانہ کا مزاج دگرگوں ہوتا رہتا ہے، اس کی وجہ سے شعر و شاعری

کی طرف سے بھی آپ کی طبیعت پھر جاتی ہے اور اسکی طرف سے بے پروائی ہونے لگتی ہے۔ (۴۸ شعر)

۵۔ بقا

شیخ بقاء اللہ سخن آشنا شیخ بقاء اللہ بقا پسر شیخ حافظ لطف اللہ قریشی اکبرآبادی خط نستعلیق میں استاد مشہور تھے۔ بڑے ذکی اور ذہین تھے اور طبیعت رسا پائی تھی۔ ابتدائے عمر میں صرف و نحو پڑھنے میں مشغول ہوئے اور شعر کہنے پر مائل۔ کچھ دنوں الہ آباد اور شاہجہان آباد کی سیر و سیاحت بھی کی۔ آج کل ان کی طبیعت ہندی اشعار کہنے پر زیادہ مائل ہے۔ اور قوانین شعری کی تلاش میں انہماک ہے۔ اپنی طبیعت کی تیزی اور فہم سلیم کی مدد سے شاعری کے ان غوامض اور رموز تک جن سے اب تک شعرا نابلد تھے رسائی حاصل کر لی، یہی نہیں بلکہ فارسی میں بھی ان غلطیوں سے احتراز کیا جو مختلف زبانوں کی آمیزش سے ہندی گو شعرا کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ ان خوبیوں کی وجہ سے اپنے ہم عصروں کے امام سمجھے گئے اور زبان ہندی یعنی ریختہ گوئی کو چار چاند لگا دیے۔ اشعار ہندی میں اکثر مضامین تازہ موزوں کرتے اور معانی اور الفاظ برجستہ کو پسند کرتے۔ "لپک جھپک" کی زمین میں اس مشہور قصیدہ کے جواب میں جو ایک ہندی گو شاعر کی تصنیف ہے اور جسکو فن شاعری پر عبور حاصل ہے بقا نے بھی بڑی متانت سے ایک قصیدہ لکھا جس کے ہر شعر میں موتی پروئے ہیں جس نے قصیدہ سابقہ کو شائقین ادب کی نگاہوں میں

حیفر کر دیا۔ اگر شعرا بقا سے ریختہ گوئی میں دست و گریباں ہوئے مگر بقا نے ہمیشہ ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ایک عرصہ تک ارشاد پناہی سے علم عروض و قافیہ کی واقفیت حاصل کرتے رہے فارسی اشعار بھی ایک ہزار کے قریب کہے ہوں گے جو بڑے پاکیزہ اور شستہ ہیں۔ (۳۳ شعر)

۶۔ خلیق کرامت اللہ خاں۔ یعنی باب دقیق کرامت اللہ خلیق نواب ہدایت اللہ خاں مرحوم کے نبیرہ اور محمد جعفر خاں راغب کے بھتیجا۔ شعر و شاعری کے فنون کے طالب اور بہت خوش گو اور تیز ہوش ہیں۔ جوان سخن فہم اور سخن نیوش ہیں۔ پہلے اپنے طور پر فدا تخلص رکھا۔ جب ارشاد پناہی سے غائبانہ رسوخ ہوا تو خاں صاحب موصوف کی وساطت سے اپنا کلام اصلاح کے لئے عظیم آباد سے بھیجا اور ایک رباعی میں تخلص عنایت کرنے کی درخواست کی۔ ارشاد پناہی نے بھی اسکے جواب میں ایک رباعی لکھ بھیجی اور خلیق تخلص تجویز کیا۔ اس وقت سے برابر عظیم آباد سے اپنا کلام اصلاح کے لئے ارشاد پناہی کے پاس بھیجتے رہے۔ (۵۸ شعر)

۷۔ شائق ہندی اور فارسی شعر میں شائق میر غالب علی شائق۔ سید زادہ۔ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ بعض سر زاص کر مجلس آرائی میں یکتا۔ ابتدائے عمر ہی سے شاعری کے لئے طبیعت موزوں ہے اور ترقی سخن روز افزوں۔ دو تین رسالے حضرت ارشاد پناہی سے پڑھے اور شعر و شاعری میں نام

پیدا کیا۔ پہلے نگین تخلص کرتے تھے۔ کچھ دنوں سے شاہ عالم پناہ کے کہنے سے شائق تخلص اختیار کیا۔ اب سنتے ہیں کہ سید تخلص کرتے ہیں۔ ان کے اشعار خوب ہیں اور کلام مرغوب خوش خلق بھی ہیں۔ اور شیریں زبان بھی۔ آداب مجلس میں سب کے لئے باعث رشک۔ چند سال سے عزت و وقار کے ساتھ بادشاہ کے مصاحبین میں ہیں کلام سے سلیقہ ظاہر ہوتا ہے۔ (اشعر)

٨۔ ملول شاہ ملول، نام شیخ شرف الدین۔ دراصل لنبہ کے رہنے والے تھے۔ ایک مدت سے وطن مرادآباد بریلی تھا۔ آجکل لکھنؤ میں مقیم ہیں اور بڑے ذہین اور خوشگو ہیں۔ پہلے دنیادار تھے۔ چند سال سے فقیری اختیار کر لی۔ اسی میں انہماک ہے اور شریعت کی پابندی سے آزاد ہیں اور پرخطر راہ قلندری اختیار کر لی ہے۔ فقیر ہونے سے سات آٹھ سال پہلے تک جناب ارشاد پناہی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ طلب تخلص پر اُن جناب ہی کے اشارے سے جو ایک رباعی میں ظاہر کیا گیا تھا۔ ملول تخلص اختیار کیا۔ چند سال تک یہی تخلص رکھا پھر الہام تخلص اختیار کیا تاکہ غیب سے الہام کا دروازہ کھلے۔ لیکن جب سے خاکساری کے خلعت کو زیب تن کیا اصلاح سخن کا خیال دل سے جاتا رہا اور سخن دانوں کے رد و قبول سے بے نیاز ہوگئے گرچہ دنیائے شعر و شاعری میں یہ روا نہیں۔ چند ریختہ گو جن میں کچھ فارسی کہنے والے بھی ہیں۔ ان سے اپنے کلام پر اصلاح لیتے ہیں۔ اس تذکرہ میں بعض

امور کی بنا پر ان کے اشعار داخل کرنا مناسب نہ سمجھا لیکن چند دوستوں نے شاہ موصوف کے کچھ اشعار جو کاغذ پر انہوں نے لکھوائے تھے حوالہ کیا تو لکھنا پڑا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (۲۹ شعر)

۹۔ حیران
طوطی زبان میر حیدر علی حیرانؔ ہندوستان کے باشندے اور ساداتِ سے ہیں۔ ہندی اشعار کہتے ہیں اور ریختہ گویوں میں سنجیدگی کلام سے موصوف۔ بچپن ہی سے اس فن میں مشغول ہیں اور اس زبان کے محاورات کی تحقیقات پر مائل۔ ہندی شاعری کی مشق رائے سرپ سکھ دیوانہ کی شاگردی میں کی اور کمال پیدا کیا۔ خود ان کے بھی دو تین نمایاں شاگرد ہیں اور خود کو ممتازان میں سے سمجھتے ہیں۔ آج کل نواب وزیر آصف الدولہ کی سرکار سے منسلک ہیں۔ سنجیدہ و فہمیدہ جوان ہیں۔ حضرت ارشاد پناہی کی صحبت اکسیر خاصیت میں عرصہ تک رہ کر بہت فیضیاب ہوئے اور ہمیشہ جستجو میں لگے رہے۔ کبھی کبھی جو اشعار فارسی میں کہتے ہیں وہ آنجناب کی نظر سے گذرانتے ہیں اور اصلاح لیتے ہیں اور نکتہ چینیوں کے اعتراضات سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کے اشعار آبدار جو بڑی روانی رکھتے ہیں لکھے جاتے ہیں (۲۷ شعر)

۱۰۔ حسرت
ہوشمند، پاک طینت میرزا جعفر علی حسرتؔ۔ ذہن رسا طبیعت گویا اور فکر بلند رکھتے ہیں۔ کچھ دنوں اپنے اوقات عزیز کو صرف و نحو اور طبابت کی چند ضروری کتابوں

کی تحصیل میں صرف کیا۔ چونکہ ابتدائے شعور ہی سے یگانہ زمانہ رائے سرب سکھ دیوانہ کی شاگردی میں رہ کر ہندی اشعار کہنے پر طبیعت مائل تھی۔ اس فن میں جیسا کہ ذاکر و شاکر ہے تھوڑے ہی عرصہ میں ایسی مہارت حاصل کرلی کہ کوئی ہندی گو ان کے مقابلہ کرنے کا دعوی نہیں کر سکتا۔ محاورات ہندی کے مشکلات کا حل کرنا ان کے لئے آسان۔ اس عہد کے ممتاز زبان دان ان کی صلاحیت علمی سے ہراساں۔ ان کے چند اچھے شاگرد دان بھی ہیں جنکو یہ خود اپنے سے کم نہیں سمجھتے ہیں۔ حضرت ارشاد پناہی کی خدمت میں رہکر فارسی محاورات سے متعلق بہت فوائد حاصل کئے اور مردانہ وار ہندی کی شعر و شاعری کی وادی میں قدم رکھا۔ رسالہ عروض سیفی راقم تذکرہ کی وساطت سے آں جناب سے پڑھا اور اپنے ہم چشموں میں نام پیدا کیا۔ کبھی کبھی فارسی اشعار بھی کہتے اور فکر پاکیزہ دکھلاتے

(۹ شعر)

۱۱۔ خورشید — مہر سپہر خوش کلامی میر خورشید علی بلگرامی تخلص خورشید۔ ہر سیاہ و سفید سے آگاہ۔ ایک مدت سے تلاش معاش میں عظیم آباد آکر اپنے چچا نور الحسن خاں بہادر کے ساتھ کاروبار میں لگ گئے۔ اکثر ریختہ کے اشعار کہتے ہیں۔ ارشاد پناہی کی شہرت سن کر اپنا کلام نیاز نامہ کے ساتھ اصلاح کے لئے بھیجتے ہیں۔ کلام سے درستی سلیقہ ظاہر ہوتی ہے۔ عزیز سنجیدہ ہیں اور فہمیدہ بھی۔ سخن گویوں کی محفل میں شریک۔ (۲۷ شعر)

١٢- وہم جوان تیز فہم میر محمد علی وہم۔ شاہجہاں آباد میں پیدا ہوئے۔ طبیعت آزاد اور وارستہ مزاج۔ فقر سے مذاق آشنا ہے گرچہ دنیا داری بھی ظاہر ہوتی ہے ہندی میں زیادہ اور فارسی میں کم شعر کہتے ہیں۔ فارسی سے زیادہ ہندی میں شعری صلاحیت ظاہر ہوتی ہے۔ فارسی کلام پر ارشاد پناہی سے اصلاح لیتے ہیں۔ غیور اور باشعور آدمی ہیں اور پاکیزہ خوبی میں مشہور۔ (۷ شعر)

١٣- رمال قرعہ فال سے ماضی و استقبال کا حال بتانے والے میر حفیظ اللہ رمال۔ شاہجہاں آباد کے رمالوں کے سردار میر روشن علی رمال کے ممتاز شاگرد ہیں۔ اس فن میں کامل استعداد رکھتے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی کے ہنگامے کے بعد لکھنؤ آکر مقیم ہوئے اور زندگی گزارنے لگے۔ فارسی کتابیں جو مروجہ تھیں سب کی سب جناب ارشاد پناہی سے پڑھیں۔ اور زبان ہندی میں جو تھوڑا بہت سا امر ہے اشعار کہنے لگے۔ اور بڑی دستگاہ حاصل کی۔ لالہ مہتاب رائے عزیز سے جنکا حسن دل آویز ہے۔ اور آنکھیں خوں ریز آشنائی ہوئی اور اسی سبب سے راقم تذکرہ ہذا سے بھی دوستی کا ربط رکھتے ہیں۔ (٦ شعر)

١٤- جلیس مرزا مہدی بیگ جلیس، طبیب و مدرس ہندوستانی ہیں۔ کبھی مہدی بھی تخلص کرتے ہیں۔ ابتدا میں شعر کہنے کا بڑا شوق تھا۔ اور ہمہ دم اس میں مستغرق رہتے تھے اور ان دنوں برابر جناب ارشاد پناہی کے یہاں حاضر رہتے اور

فیضیاب ہوتے۔ اپنی جودت طبع سلیم اور سلیقۂ مستقیم سے اچھے اشعار نکال لیتے تھے اور دوستوں کے دلوں کو مسرور کرتے تھے۔ جب سے علم طبابت کی تحصیل کا شوق ہوا سخن گوئی کے ساتھ طلب علم میں لگ گئے اور چند ہی دنوں میں فارغ ہوکر طبابت میں مشغول ہوئے اور دنیا کی کشمکش سے ملول۔ اسوقت اس فن میں معروف ہیں اور اس فن کی تکمیل میں مصروف۔ اگر شعر و شاعری کا دامن چھوڑ نہ دیتے تو فصاحت و بلاغت کا جھنڈا شعرا کی صف میں بلند کرتے۔ چند شعر یادگار لکھے جاتے ہیں۔

(۲۳ شعر)

۱۵۔ انشا

خوبی سراپا میر انشاء اللہ خاں انشاؔ پسر حکیم ماشاء اللہ خاں جو نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر کے مقرب اور مصاحب تھے اور دس ہزار روپیہ کی جاگیر ملتی تھی۔ سواری کے لئے ہاتھی اور پالکی جھالردار رکھتے تھے اور عزت اور وقار سے زندگی بسر کرتے تھے۔ نواب مرحوم کی رحلت کے بعد حکیم موصوف مرزا نجف خاں کی سرکار میں پہنچے اور ان کی وفات کے بعد بادشاہ عالم پناہ سے وابستہ رہے اور وہیں انتقال کیا۔ یہاں کے دوران قیام میں ایک روز راقم تذکرہ کو رستم نگر میں نواب محبت خاں محبتؔ کے یہاں مشاعرہ میں دیکھ کر لپٹ گئے اور بڑی گرم جوشی اور محبت سے ملے۔ بڑے ذہین و ذکی تھے۔ طبیعت اتنی رسا تھی کہ اس مجلس میں قریب دس بارہ مطلعے شعرا کے مطلعوں کے جواب میں فی البدیہہ موزوں کئے کہ ایک بھی خوبی سے خالی نہ تھا۔

کسی نے بدیہہ گوئی میں اتنی قدرت کسی میں نہ دیکھی نہ سنی۔ میر انشاء اللہ خاں ہیں رہ کر لکھنؤ اپنے اعزا کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لڑکپن ہی سے علوم رسمی حاصل کرنے کے بعد ریختہ گوئی کی طرف مائل ہوئے اور ہندی گویوں میں نمایاں حیثیت پیدا کر لی۔ فارسی میں بھی خوش گو اور خوش بیان ہیں۔ مولف سے دوستی اور مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ ایک دو مرتبہ شاہزادہ سلیمان شکوہ کے مشاعرے میں مجھے لے گئے اور جیسا کہ دوستی کے شایاں ہے خوب داد دی۔ بلند حوصلہ، پسندیدہ اطوار، عالی طبع، بذلہ سنج اور خوش گفتار ہیں۔ (۲۹ شعر)

۱۶۔ تقی

میر محمد تقی، تخلص تقی ہندوستان میں پیدا ہوئے کہنہ مشق اساتذہ سے آشنا تھے۔ اور ابتدائے شعور سے طبیعت شعر و شاعری کی طرف مائل تھی۔ ذہن رسا تھا۔ شاعروں کی صحبتیں اٹھائی تھیں۔ زباندانوں کی مجالس میں رسائی تھی۔ حضرت ارشاد پناہی کی خدمت میں بڑا اعتقاد رکھتے تھے۔ حضرت بھی ان کو بہت دوست اور عزیز رکھتے تھے۔ بڑے سلیقہ کے آدمی تھے اور مرغوب اشعار کہتے تھے۔ اکثر مضامین خوبی سے نظم کرتے تھے۔ آخر جوانی میں ہی انتقال کر گئے۔ (۶ شعر)

فصل دوم

فاخر مکیں کے ہندو تلامذہ

١٧۔ دیوانہ — رائے سرب سکھ دیوانہ پسر بشن ناتھ۔ مہاراجہ
نوائی مہندر بہادر کے چچا زاد بھائی اور آتما رام دیوان وزیر الممالک
شجاع الدولہ بہادر کے نواسہ۔ قوم کھتری، مرد آزاد۔ ان کے
بزرگوں کا وطن پنجاب تھا۔ یہ خود شاہجہاں آباد میں پیدا ہوئے۔
ابتدائے شعور ہی سے کلام موزوں کرنے کا خیال ہوا اور سخندانوں
کی صحبت کے فیض سے محروم نہ رہے۔ مرزا منش اور عالی خاندان
گرم جوش، چرب زبان اور شعرا کی بزم کے شمع ہیں۔ فارسی اور ہندی
میں شعر گوئی کی بڑی قدرت حاصل ہے اس سبب سے شعر گوئی میں کسی
کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے۔ پہلے قدیم شعرا کے طرز پر اشعار بطور خود
کہتے تھے اور اکثر اشعار میں معانی کے موتی پروتے تھے۔ ایک مدت سے
شاہجہاں آباد سے لکھنؤ چلے آئے اور یہیں مقیم ہوگئے اور اسی دیار کے
دولت مندوں میں ممتاز ہوگئے۔ جس زمانے میں جناب ارشاد پناہی

دارالخلافت سے لکھنو تشریف لائے اور اس سرزمین کو اپنے قدوم یمنت لزوم سے رونق بخشی، تو دیوانہ بھی ان کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے اور اپنا کلام جو بیس ہزار اشعار سے بھی زیادہ تھے رفتہ رفتہ اصلاح کیلئے پیش کیا۔ دس بارہ سال تک شبانہ روز خدمت اقدس میں حاضری دیتے رہے اور اصلاح کلام اور دقائق سخن کی دریافت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ آج کل اپنے سارے کلام اصلاحی اور غیر اصلاحی کو درہم برہم کر دیا۔ گویا اس فعل کو اپنے نزدیک بہتر سمجھے۔ ایک دیوان ظرف جہان قزوینی کے دیوان کے جواب میں اور دوسرا شیخ علی حزیں کے جواب میں چند ماہ کی مدت میں مرتب کیا۔ اکثر اشعار میں معانی تازہ کے موتی پروئے ہیں۔ نہ دیوان اور ایک کا نام زردیہ اور دوسرے کا نام عشقیہ مرتب کیا جن میں عاشقانہ اشعار بڑی فصاحت و بلاغت سے لکھے ہیں۔ سخنوروں کو ان کی اس بسیار گوئی پر سخت حیرانی ہے۔ ہندی اور فارسی کہنے والے ان کے شاگردوں میں بہت ہیں جو ان کے فیض سے شرائے ہندوستان و ایران کے مدمقابل ہیں۔ بہر حال ان کی طبیعت بہا جوش اور معنی رسی ہے جو کسی میں بھی نہیں۔ خداحوادث زمانہ سے محفوظ رکھے اور سلامت رہیں۔ (۶۲ شعر)

۶۸۔ تسلی

رائے ٹیکارام تسلی، ان کے والد بزرگوار رائے گوپال رائے راجہ خوشحال رائے (نائب بخشی الممالک ظاہر الدولہ محمد رضا خاں پسر نواب سرفراز الدولہ حسن رضا خاں بہادر)

کی پیش کاری میں رہ کر نواب آصف الدولہ کی سرکار کے تمام ملازمین اور
محکمہ سپاہ کے مختار تھے۔ جب راجہ مذکور مہاراجہ دھیراج نرندر بہادر
کی توجہ سے ناظم صوبہ الٰہ آباد مقرر ہوئے تو رائے موصوف راجہ کی جگہ پر
سارے کاروبار کے نگراں ہوئے اور نیک نامی اور کاربرآری خلائق میں
شہرہ آفاق ہوئے۔ چند سال کے بعد اسی مختاری اور نیک نامی کے ساتھ
بیماری کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ تو تسلی کے بڑے بھائی رائے بھولا ناتھ
ان کے قائم مقام ہوئے اور بخشی گری کے کام کو اس خوبی سے انجام دیا کہ
آخر محکمہ فوج کی بحالی اور برطرفی کے سارے اختیارات مل گئے۔ نواب
آصف الدولہ نے ان کو اتنا سرفراز کیا کہ بارہا بھولا ناتھ بخشی کے گھر
تشریف لا کر ان کے بھائیوں اور متعلقین کو خلعت سے نوازا۔ بخشی موصوف
دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں تسلی کے ساتھ جو سب سے چھوٹے تھے بڑی
محبت و الفت رکھتے تھے۔ چنانچہ تسلی بڑی فراغت کے ساتھ رات
دن رئیسوں کی صحبت میں عیاشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ بڑے باوضع
خوش پوشاک، خوش خلق اور خوش اختلاط تھے۔ بامروت بھی تھے۔
ہر کس و ناکس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ عیش و نشاط، رقص
و سرور کی طرف طبیعت بہت راغب تھی۔ اور ان سب کے باوجود فن
انشا و خوش نویسی خط شکستہ و نستعلیق و شفیعا میں یکتائے روزگار تھے۔
اہل ہنر کے جویا رہتے بلکہ اکثر شعرا ان کے دربار سے وابستہ رہے، راقم کو
ان سے بڑی محبت تھی۔ اکثر مجلس رقص اکابر اساتذہ کے دواوین کے اشعار

کے تذکرہ میں ان کے شریک رہتے ارشاد پناہی سے حد درجہ رسوخ بندگی و نیاز رکھتے تھے اور کلام پر اصلاح لیتے تھے۔ آنجناب بھی ان پر شفقت بے پایاں فرماتے اور یہ اس بنا پر کہ جب کسی امر کی سفارش آنجناب فرماتے تو رائے موصوف اپنی سعادت سمجھ کر فوراً اسکی تعمیل کرتے۔ جناب موصوف باوجود اپنی استغنا کے کبھی کسی کے گھر پر چاہے وہ امیر ہو یا فقیر ہزار آرزو و تمنا سے بلانے پر بھی نہ جاتے مگر رائے موصوف کے مکان پر ہر تہوار مثلاً دسہرہ، دوالی، بسنت اور ہولی میں تشریف لے جاتے، محفل کو رونق بخشتے بلکہ توجہ فرماتے اور بہت خوش ہوتے۔ ارشاد پناہی کے انتقال کے بعد رائے موصوف جو کچھ کہتے وہ راقم تذکرہ کو سناتے اور مشورہ قبول کرتے۔ عاشقانہ اشعار مزہ دار اور پر درد کہتے ہیں، سننے والے کے دل کا غبار دھل جاتا ہے ہندی اور فارسی میں دیوان مرتب ہے۔ دو رسالہ فارسی میں اور ایک قصہ اپنے حسب حال زبان ہندی میں بھی لکھا ہے۔ اساتذہ متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے کلام کا انتخاب ایسا اچھا مرتب کیا ہے جو دیکھنے کے لائق ہے۔ پچاس جزو کا ہوگا۔ قتل نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد نواب سعادت علی خان کے عہد میں علاقہ احمار محروسہ و مشہور وغیرہ بھی سرفراز تھے۔ (۱۶۹ شعر)

فصل سوم

شاگردانِ تمکین کے مسلم تلامذے

۱۹۔ حسن درویش صاحب فن خواجہ محمد حسن تخلص حسن خواجہ
کمہاری کی اولاد سے ہیں جنکا سلسلہ حضرت خواجہ مودود چشتی نقوی حسینی
سے ملتا ہے۔ یہ خود ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ طبیعت رسا ہے۔
ابتدائے شعور ہی سے زبان ہندی یعنی ریختہ میں شعر گوئی شروع کی
کلام مزہ دار اور پُردرد ہوتا ہے اور اکثر مضامین تازہ ڈھونڈ لاتے ہیں۔
ہندی ہیچ آجکل نامُرد سا سُوہٹے مشق سخن کرکے کمال تک پہنچے سخنوروں
کی صحبت سے بھی محروم نہیں رہے ایک عرصہ سے نواب محبت خاں محبت
پسر نواب حافظ رحمت خاں مرحوم کی رفاقت میں ہیں۔ نواب موصوف
بھی ان سے محبت اور دوستی سے پیش آتے ہیں۔ تین چار سال ہوئے
کہ نواب موصوف کے ساتھ لکھنؤ آئے۔ ہندی کلام پر مرزا جعفر حسرت
سے اصلاح لیتے رہے اور اگلا اور پچھلا کلام سب کا سب مرزا موصوف
کو دکھلایا کبھی کبھی اشعار فارسی بھی کہہ لیتے ہیں۔ دو تین رباعیاں بطور یادگار

لکھی جاتی ہیں۔ (۵ رباعیاں)

۲۰۔ نوا

ظہور الدخان نوا پسر افضل الفضلا مولوی ولی اللہ متوطن بداؤن جو سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کا مولد رہے۔ نوا کے والد لکھنؤ آکر سالہا سال رہے۔ اور ارشاد پناہی سے دوستانہ اتحاد تھا۔ راقم تذکرہ نے ان کو دیکھا تھا بڑے نیک اور فضیلت شعار تھے۔ پھر اپنے وطن واپس جاکر انتقال کر گئے۔ نوا نے کتب متداولہ فارسی اپنے والدین سے پڑھی اور یہاں کے سخنوروں کی صحبت میں رہ کر شاعری کرنے لگے۔ ریختہ میں جس کا رواج بہت ہوگیا تھا شیخ محمد بقا کے شاگرد تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اور زور طبیعت اور ذہن سلیم کی مدد سے اس قابل ہوئے کہ اکثر سودا کے کلام پر اعتراض کرنے لگے۔ اور مرزا مذکور کے قصائد کے جواب میں قصیدے لکھے اور خوش فکر خاں کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ ریختہ گوئی میں ان کی استادی کا شہرہ ہوا۔ اور شعر فہم منصف مزاج لوگ ان کے نطق و بیان اور دقائق شعری کی دریافت کے ثنا خواں ہیں۔ فارسی اشعار بھی اچھا کہتے ہیں اور اکثر اشعار میں معانی تازہ لاتے ہیں۔ (۳۲ شعر)

۲۱۔ ملال

خوش خلق شیریں مقال مرزا زمان ملال۔ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار جو یہاں کے نجیب اور شریف معتبر آدمیوں میں تھے۔ لکھنؤ آئے اور پرگنوں کی فوجداری کی ملازمت سے بسر اوقات کرتے تھے۔ یہ خود بھی اسی کام

پر مامور ہوئے۔ ریختہ میں جو اس زمانہ میں رائج ہے فکر کرنے لگے۔ راے سیوب سکھ دیوانہ سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ طبیعت کی مناسبت سے کبھی کبھی فارسی میں بھی کہہ لیتے تھے۔ جوانی میں مر گئے اور احباب کو غم زدہ کر گئے۔ (۹ شعر)

۲۲ - اوباش شیخ امیر الزماں اوباش پسر محمد زماں ولد امیر الزماں۔ کافی شاہ فخر الدین بھونروی کی اولاد سے ہیں۔ اور لکھنؤ میں رہتے ہیں۔ بڑے خوش خو اور خوش خلق کمسنی ہی سے ہندی شعر کہنے کا شوق ہوا اور اس فن میں بڑی دستگاہ حاصل کی۔ فارسی شعر فہمی اس قدر ہے کہ اسکی کیفیت کو سمجھ کر داد سخن دیتے ہیں۔ خوش گو شعرا ان کے ثنا خواں اور ان کی مضمون آفرینی پر حیران ہیں۔ فارسی میں شعر کہنے پر کوئی توجہ نہیں تھی ورنہ خوب کہتے۔ کچھ دنوں تک شاہ صاحب الہام تخلص سے مشورہ سخن کیا اور ریختہ گوئی میں نام پیدا کیا۔ (۸ شعر)

۲۳ - جرات جوان خوش طبیعت نیک سیرت محمد یحیی عرف قلندر بخش جرأت پسر حافظ امان نبیرہ شاد امان مخاطب بہ بہرام خاں بہادر رستم۔ مرزا محمد جعفر حسرت کے شاگرد رشید۔ ان کی ولادت شاہجہان آباد میں ہوئی۔ بڑے خلوص و محبت کے آدمی تھے اور ریختہ گوئی میں مشق کمال کے درجہ تک پہنچایا۔ زبان ہندی کو سلیس اور فصیح بنایا۔ ان کے اشعار

دوسرے ریختہ گو شعرا کی بہ نسبت زیادہ سلیس اور رواں ہوتے ہیں کلام [illegible] سوز و گداز سے پر ہوتا ہے۔ گرچہ فارسی کہنے کی مشق نہیں ہے پھر بھی کبھی کبھی ایک دو شعر حسب طبیعت مائل ہوئی نہایت پاکیزگی کے ساتھ موزوں کر لیتے ہیں۔ (۷ شعر)

۲۴ دوست

مرزا ابراہیم بیگ دوست۔ خوش خلق اور پاکیزہ کہنے والے مرزا ابراہیم بیگ تخلص دوست ان کے والد مرزا زمان بیگ کا تخلص مخلص تھا جو بیرون ہند کے رہنے والے تھے اور سید الشہدا کے واقعات بیان کرتے تھے۔ دوست جوان خوش وضع اور نیک خو ہیں، شاہجہاں آباد میں پیدا ہوئے۔ خوش فکر اور باصلاحیت ہیں۔ آج کل نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ کے خواجہ سرا محبوب علی خاں کی رفاقت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ریختہ گوئی میں خود کو جعفر علی حسرت کے شاگردوں میں بتاتے ہیں۔ فارسی شاعری کی مشق نہیں ہے کیونکہ اس زبان سے ان کی مناسبت کم ہے۔ نہ ایک شعر فارسی کے لئے جو داخل تذکرہ ہوئے (۲ شعر)

فصل چہارم

شاگردان مکین کے ہندو تلامذہ

۲۵ - خوش وقت   فرخندہ طالع فیروز بخت لالہ خوش وقت رائے خوش وقت اگروال لالہ اختاب رائے عزیز یوسف جمال بے مثال کے چھوٹے بیٹے ہیں۔ سلیقہ درست ہے، طبیعت چالاک و چست ہے۔ کم سنی ہی میں کسی معلم سے کچھ فارسی پڑھی اور اپنے کاروبار مہاجنی میں ہوشیار ہوگئے اور اپنے ہم چشموں میں سلیقہ شعار سمجھے جانے لگے۔ کبھی کبھی فارسی میں اور ریختہ میں بھی جو اس زمانہ میں رواج پذیر ہو گیا ہے اشعار موزوں کرتے ہیں اور اکثر مضامین تازہ کی فکر رہتی ہے۔ اپنے اشعار راقم تذکرہ کو دکھاتے ہیں تاکہ کلام میں ترقی پیدا کریں۔   (۱۷ شعر)

۲۶ - عاصی   منشی طوطا رام عاصی پسر راجہ لشن سنگھ ولد راجہ سبھکاری داس قوم سکسینہ کالستھ۔ ان کے والد نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر کے منشی تھے۔ بڑے خوش فکر

صاحب استعداد۔ اپنے دادا کے انتقال کے بعد اپنی موروثی خدمت پر مامور ہوئے یہ ذہن درست اور طبع چالاک و چست رکھتے تھے۔ ابتدا میں رائے سرب سکھ دیوانہ سے مشورہ سخن لیتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد جو کچھ کہتے ہیں وہ اپنی ہی طبیعت سے کہتے ہیں۔ (۷ شعر)

کنور جسونت سنگھ پروانہ پسر راجہ بینی بہادر۔ قوم بینی

۲۷ - پروانہ یہ برہمن نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر کے نائب تھے۔ اور کاروبار نیابت کو ایسی جاں فشانی اور حسن و خوبی سے سنبھالا کہ خواص و عوام سب تعریف کرتے تھے۔ خشک سالی میں غلہ کا ذخیرہ کر کے بڑی سیر یابی سے لوگوں کو تقسیم کرتے تھے۔ یہ بڑے صاحب شعور اور با صلاحیت ہیں۔ رائے سرب سکھ دیوانہ کا شاگرد ہوئے اور دوسرے شعرا کی صحبت میں رہ کر شعر کہنے لگے۔ اشعار میں مضامین غریبہ پیدا کرتے چند ہی دنوں میں اس قابل ہو گئے کہ مرزا رفیع سودا کے کلام پر اعتراض کرنے لگے اور ان کے قصائد کے جواب میں قصیدے لکھے۔ رائے صاحب کے انتقال کے بعد زیادہ تر ہندی میں کہتے اور خوب کہتے ہیں کبھی کبھی فارسی میں بھی فکر کرتے ہیں۔ بڑے خوش فکر اور خوش گو ہیں۔ (۳۳ شعر)

ضمیمہ ۱

تعلیقات

۱۔ آفتاب: اکثر اوقات طاعت و عبادت میں گزارتے ہیں۔ تلاوت
قرآن کے بعد فکر شعر و سخن کرتے ہیں۔ ہندی فارسی، ریختہ، دوہرہ وغیرہ
سب کہتے ہیں دربار میں شعرائے ریختہ اور کبیشران ہندی جمع رہتے ہیں اور خوب
خوب داد سخن دیتے ہیں۔ (تذکرہ ہندی) آفتاب ۱۱۴۰ھ / ۱۷۲۸ء میں پیدا
ہوئے۔ ان کے والد عزیز الدین عالمگیر ثانی تھے۔ شاہ عالم اول بہادر شاہ
ان کے دادا تھے اور اورنگ زیب عالمگیر پردادا۔ یہ بڑا بدنصیب بادشاہ
تھا۔ باپ کے نابینا کر دینے اور قتل کئے جانے کے بعد ۱۱۷۳ھ میں تخت نشین
ہوا۔ تخت نشینی عظیم آباد کے نواح میں ہوئی۔ گیارہ سال تک دہلی سے دور
رہا زیادہ تر قیام الہ آباد میں تھا آخر ۱۱۸۴ھ میں عید کے روز دہلی میں
داخل ہوا۔ تاریخی حالات اس دور کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ غلام قادر روہیلہ
نے ان کی آنکھیں نکال دیں۔ اس نے بڑے بڑے مصائب برداشت کئے۔
اور آخر ۱۲۲۱ھ میں دنیا سے کوچ کر گیا۔ فارسی دیوان کے نسخے بہار
ریسرچ سوسائٹی اور یورپ کے کتب خانوں میں ہیں۔ اردو دواوین بھی
تھے اب نہیں ملتے۔ نادرات شاہی اشعار کا مجموعہ ہے جسے عرشی صاحب نے

چھپا ہے۔ ایک اردو مثنوی منظوم اقدس بھی تھی جس کا اب کہیں پتہ نہیں اردو نثر میں ایک کتاب عجائب القصص ہے۔ جو پنجاب یونیورسٹی میں ہے اسکو مسس راحت افزا نے مجلس ترقی ادبیہ لاہور سے شائع کردیا ہے۔ شعرا کے تذکروں میں آفتاب کا حال کریم الدین نے طبقات میں اور گلشن ہند میں لطف نے تفصیل سے لکھا ہے۔ سفینہ ہندی میں بھی تفصیل ملتی ہے۔

۲۔ راغب۔ لطف اللہ خان صادق کے پوتا۔ پانی پتی۔ سلاطین ہند سے ان کے خاندان کا توسل ظاہر ہے۔ کچھ دنوں سے عظیم آباد میں مقیم ہیں۔ ریختہ میں کم کہتے ہیں (گلزار ابراہیم) باپ کا نام ہدایت اللہ خان سنہ ۱۱۵۶ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ جدی نسب خواجہ عبد اللہ انصاری اور مادری نسب خواجہ بہاء الدین نقشبند سے ملتا ہے۔ خرابی دہلی کے بعد لکھنؤ آئے پھر عظیم آباد دلوں کی خرابی کے باعث ۱۲۱۷ھ میں فوت ہوئے (نشتر عشق) فارسی میں مکین کے اور ریختہ میں سودا کے شاگرد (نغز) ۱۱۸۰ھ تک دہلی میں قیام تھا۔ (حسرت افزا) عظیم آباد میں محلہ لون گولہ میں رہتے تھے۔ شاد کے شاگرد شایق انہیں کی اولاد سے تھے۔ تصانیف۔ دیوان فارسی گلزار جعفری ذر جعفری، بہار جعفری اردو کے دو دیوان بھی ہیں۔ یہ خدا بخش لائبریری میں موجود ہیں۔

سفینہ ہندی کا مولف لکھتا ہے کہ وہ راغب سے پٹنہ میں ملا اور ان کا فارسی دیوان دیکھا۔ پانچ چھ ہزار اشعار ہوں گے۔ جب پٹنہ سے کلکتہ بھیجا و

راغب کے مرنے کی خبر ملی۔ نتائج الافکار میں ان کو لطف اللہ خاں صادق کا بیٹا بنایا ہے جو غلط ہے۔ اور شیر افگن خاں کا نواسہ لکھا ہے۔ نتائج میں سال ولادت ۱۱۵۷ھ

۳۔ **ناطق:** ناطق کا تذکرہ بہ حیثیت ریختہ گو شاعر تذکرہ ابن امین اللہ طوفان میں ہے اس میں لکھا ہے کہ رئیس بنارس تھے اور قصبہ سید پور میں تھانہ دار تھے۔ (سید پور ضلع غازی پور میں ہے)۔

۴۔ **محبت:** قوم پریچ (؟) سے تھے (تذکرہ ہندی) مصحفی نے انکو لکھنؤ میں دیکھا تھا بڑے خلیق اور فیاض تھے۔ فارسی اور اردو دونوں میں کہتے تھے۔ ریختہ میں حسرت کے شاگرد تھے۔ مسٹر جانسن کی فرمائش سے قصہ سسی پنو کا ایک مثنوی بنام اسرار محبت میں لکھا سنہ ۱۲۱۵ھ تک لکھنؤ میں ہی تھے۔ اور آصف الدولہ سے معقول مشاہرہ پاتے تھے۔ (گلشن ہند) اپنے والد حافظ الملک رحمت خاں کی شہادت ۱۱۸۸ھ کے بعد لکھنؤ جاکر رہنے لگے۔ اردو دیوان موجود ہے۔ جرأت ان کے ملازم رہتے تھے۔ دیوان کے دو مخطوطے انڈیا آفس میں ایک ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ اور ایک رام پور میں ہے۔ مثنوی اسرار محبت کو حسرت موہانی نے شائع کر دیا تھا۔ محبت کا انتقال ۱۲۲۲ھ میں ہوا۔

۵۔ **بقا:** آپ کا نام حافظ لطف اللہ خوش نویس جو اکبر آباد سے آئے تھے۔ بقا نے لکھنؤ میں نشو و نما پائی پہلے غمیں تخلص تھا۔ جب دلی آئے تو حاتمؔ کے کہنے سے بقا تخلص رکھا۔ فارسی سے توجہ کم تھی۔ زیادہ تر ریختہ کہتے تھے۔

حاتم نے ان کو اپنے شاگردوں میں گنا ہے۔ مصحفی سے بہت ربط تھا۔
شاہجہاں آباد میں میرؔ سے اور لکھنؤ میں سوداؔ سے معرکہ آرائیاں رہیں۔
مصحفی تذکرہ ہندی میں لکھتے ہیں کہ فتح علی حسینی کے تذکرہ میں بقا نے خود اپنے
کو میر درد کا شاگرد لکھوایا ہے مگر اس تذکرہ میں بقا کا ذکر نہیں۔ زمانہ ناسازگار
رہا، مفلسی کا شکار رہے کچھ اعمال تسخیر کواکب کے شروع کئے تھے۔ پھر اس
میں سودائی رہے۔ سنہ ۱۲۰۶ھ میں ارادہ حج بیت اللہ کا کیا۔ جہاز پر سوار
ہوئے اثناء راہ میں انتقال کیا۔ (لطف) ریختہ میں حاتم کے شاگرد
(مجموعہ نغز) میر درد کے بھی شاگرد تھے۔ (سکینہ) میر اور سودا تک کو خاطر میں
نہ لاتے تھے۔ ان کے کلام پر طنز کیا ہے۔ دستور الفصاحت میں ہے کہ دماغ مختل
ہوگیا تھا۔ کلام پارہ پارہ کر دیا اور ایک سبوچہ میں رکھ دیا۔ اکل حلال کے لئے
عقیق پر نام کندہ کرتے خط نستعلیق و نسخ لکھتے اور طبابت کرنے لگے۔
دو ہزار کے قریب اشعار ہوں گے۔ خوش معرکہ زیبا میں تفصیل سے حال ہے
اور وہ قطعات بھی جو میر و سودا کی ہجو میں لکھے ہیں۔

۶۔ خلیق: نواب ہدایت اللہ خاں خرم کے نواسے جعفر خاں راغب
عظیم آبادی ان کے چچا تھے۔ ابتدا میں فدا تخلص تھا۔ لکھنؤ آکر مکیں کے شاگرد
ہوئے اور خلیق تخلص پایا (روز روشن) سفینہ ہندی میں ہے کہ غائبانہ خط و
کتابت کے ذریعہ اصلاح لیتے تھے۔

۷۔ شائق: مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔

۸۔ الہام زملول: شاہ ملول نام۔ نسباً شیخ تھے۔ قبل تخلص ملول تھا

فارسی زیادہ کہتے ریختہ کی طرف توجہ کم تھی درویشی اور شاعری دونوں میں نامور تھے۔ شاگردوں کی تعداد بہت تھی اور سب ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ ان کے آباواجداد کا وطن پہلے مرادآباد تھا پھر لکھنؤ آکر بس گئے تھے۔ تذکرہ ہندی کی تدوین (۱۲۰۹ھ) کے وقت ان کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ تھی۔ بڑے زودگو تھے۔ فارسی کا دیوان تھا۔ اردو میں کم کہتے تھے

(لطف) کریم الدین لکھتا ہے کہ نام شیخ شرف الدین عرف نام شاہ ملول۔ فارسی میں دو دیوان تھا۔ ۱۷۹۳ء میں اسکی عمر ستر سال کی تھی۔

۔ خوش معرکہ زیبا میں ہے کہ "کلام اس کا مطبوع و مقبول عارف اللہ شاہ تخلص ملول۔ فارسی میں الہام۔ فارسی گویان لکھنؤ کو شاگردی پہ اسکی افتخار۔ لطیفہ:۔ کہتے ہیں کہ عیش باغ میں مشاعرہ تھا۔ نواب وزیر الممالک آصف الدولہ ...... اس مشاعرہ میں شریک تھے۔ جب ملول نے یہ مقطع پڑھا۔

چھوٹے عذاب جدائی سے کاٹئے گردن
کوئی ملول کا اس رہگذار پہ مارے"

نواب مذکور نے فرمایا مصرع آخر پھر پڑھو۔ چند بار پڑھوایا اور متبسم ہوئے"

یہ روایت بھی سنی ہے کہ اسکے بعد وہ منہ چھپائے پھرتے تھے اور پھر کبھی مشاعرہ میں نہ گئے۔ لطف نے صغر سن سے دیکھا کہ مردِ پابرہنہ ایک چادر اوڑھے بیٹھے رہتے تھے۔ زودگوئی کے باعث کلام میں سقم رہ جاتا تھا

۹۔ حیران: اصل شاہجہان آباد کے زندگی بعد میں لکھنؤ گذری۔ مصحفی کو

مشاعرہ میں ان کا پڑھنے کا طرز پسند نہ تھا۔ حسرت کے شاگرد تھے۔ دیوانہ کی شاگردی کی وجہ سے اپنی شاعری کا غرور رکھتے تھے۔ مرد سپاہی پیشہ تھے۔ راجہ تکیت رائے کے زمرہ سواروں میں شامل تھے۔ (تذکرہ ہندی) لطف لکھتے ہیں کہ نواب امیر الدولہ حیدر بیگ خاں مرحوم کی امارت میں اگرچہ مؤکد وزیر الممالک نواب آصف الدولہ مغفور کے تھے لیکن رائے میکو لعل سے کہ مالک داخل باقی کا تھا توسل رکھتے تھے۔ اور رائے مذکور کے مرنے سے ایک آدھ برس تو تنخواہ کی طرف سے اذیت اٹھائی پھر نواب مرحوم سے ایسی موافقت ہوئی کہ پچاس کے سو روپیہ اضافہ ہوا اور سو سوار کا رسالہ ۱۲۱۵ھ میں معہ رسالہ تنخواہ لکھنو میں لیتے اور عیش سے رہے۔ عہد آصف الدولہ میں بہار میں قتل ہوئے (دستور الفصاحت) آصف الدولہ ۱۲۱۲ھ میں فوت ہوئے اس لئے زمانہ قتل غلط ہے۔ طور کلیم میں ہے کہ صوبہ بہار میں انکو کسی نے قتل کر دیا۔ انہوں نے بھی قاتل کا صفایا کر دیا۔ ظاہر ہے کہ قتل ہونے سے پہلے ہی قتل کیا ہوگا۔ سفینہ ہندی میں صحیح واقعہ ہے کہ نواب مرحوم کی وفات کے بعد مانک پور بہار کے علاقہ پر تعینات ہوئے وہاں کے راجہ نے سرتابی کی، حیران نے اسکو قتل کر دیا۔ راجہ کے رفیقوں نے ان کا کام تمام کر دیا۔ دو ایک خوشگو شاعران کے شاگرد تھے۔ دیوان مرتب تھا۔ اپنے استاد سرب سکھ دیوانہ سے منحرف ہوگئے تھے۔ ان کا تخلص شاداں بھی تھا (دستور الفصاحت)

۱۰۔ **حسرت**: باپ ابو الخیر عطاری کرتے تھے اور دوکان لکھنو میں اکبری دروازہ کے پاس تھی۔ شاگردوں کی تعداد بہت تھی اور شاعری

کے پیشہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ جہاندار شاہ کی سرکار سے متوسل ہوئے
پھر باپ کے انتقال کے بعد درباداری چھوڑ دی اور دوکان پر بیٹھے۔ پھر ایک
کسی بزرگ کی ایما سے خرقۂ درویشی پہن لیا اور تارک دنیا ہو کر گوشہ نشین
ہو گئے۔ دیوانہ کے شاگرد تھے پھر ان سے منحرف ہو گئے (تذکرہ ہندی) لطف
نے سال وفات ۱۲۱۰ھ لکھا ہے۔ لیکن صحیح سال وفات ۱۲۰۶ھ ہے۔ ان کا
دیوان پروفیسر نورالحسن ہاشمی نے شائع کر دیا ہے۔ طوطی نامہ جسکو اکثر تذکرہ نویس
ہیبت قلی خاں حسرت کی تالیف بتاتے ہیں دراصل جعفر علی حسرت کی تالیف
ہے اسکو بھی ہاشمی صاحب نے شائع کر دیا ہے۔ حسرت اور سودا میں بھی نونک جھونک
چلی اور ہجو باری بھی ہوئی۔ تفصیل خوش معرکہ زیبا مرتبہ راقم میں دیکھئے۔ سودا کا
یہ مصرعہ انہی کی ہجو میں ہے

ع عطائی کا لونڈا ہے یہ ماشو گلقند

۱۱۔ خورشید :۔ نشتر عشق میں تفصیل سے حال ہے۔ یہ آزاد کے رشتہ دار
تھے۔ بلگرام کے محلہ مدن پور میں سکونت۔ ولادت ۱۹ شعبان ۱۱۵۹ھ
میر سید محمد شاعر پسر عبدالجلیل سے علوم متداولہ پڑھنے کے بعد شعرگوئی
شروع کی بنارس جا کر حزیں کو اپنا کلام دکھلایا پہلے فصاحت تخلص تھا۔
پھر آزاد سے رجوع ہوئے اور ان کے کہنے پر خورشید تخلص رکھا۔ کچھ دنوں
تک اپنے چچا میر نورالحسن بلگرامی کے ساتھ عظیم آباد میں رہے۔ پہلے اشعار ریختہ
کہتے تھے پھر فارسی۔ مکیں سے بذریعہ مسل و رسائل اصلاح لینے لگے۔ صانع
بلگرامی اور صدیق سخنور سے بھی اصلاح لی سرکار انگلشیہ نے سرکار بتیا کی

تحصیل ان کے سپرد کی تھی ۔ مرض لقوی میں مبتلا ہو کر ۱۲ صفر ۱۲۰۱ھ کو انتقال کر گئے ۔ صفیر بلگرامی ان کے پرپوتے تھے (خمخانہ)

۱۲۔ وہم : وہم کو مصحفی نے تقی خیال کا نبیرہ لکھا ہے ۔ اور دربار آصف الدولہ سے منسلک بتایا ہے (تذکرہ ہندی)

گلزار ابراہیم میں میر محمد تقی خیال صاحب بوستان خیال کا بیٹا لکھا ہے ۔ سرور اور ذکا نے بھی نبیرہ خیال لکھا ہے یہ غلط ہے ۔ میر حسن ان کو خیال کا بیٹا کہتے ہیں اور تخلص کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ باپ چونکہ خیال تھے ، بیٹے نے اپنا تخلص وہم رکھا ۔ سفینہ ہندی میں ہے کہ دہلی میں پیدا ہوئے ، درست مزاج اور فقر و تصوف سے آشنا ۔ ریختہ زبان اور فارسی کم کہتے تھے ۔ ۱۲۱۹ھ میں ان کو صیغۂ ماضی سے یاد کیا ہے ۔ اس سے پہلے انتقال ہو گیا ہوگا ۔ شورش نے جعفر علی حسرت کا شاگرد لکھا ہے ۔

۱۳۔ رمال : مزید حالات دستیاب نہ ہو سکے ۔

۱۴۔ جلیس : مرزا مہدی باشندہ الہ آباد ۔ ایک شعر اردو کا نساخ نے سخن شعرا میں لکھا ہے (سخن شعرا)

مسرت افزا میں میر مہدی کا حال ہے ۔ ان کو سید بتایا ہے اور یہ لکھا ہے کہ دہلی سے الہ آباد آئے ۔ طبابت میں کامل اور تصوف میں ید طولیٰ رکھتے ہیں ۔ فارسی اور اردو دونوں میں کہتے ہیں ۔ مضمون کے شاگرد ہیں ۔ اور ۲۲ شعر ریختہ کے نقل کئے ہیں ۔ ممکن ہے کہ یہی مہدی جلیس بھی تخلص کرتے ہوں اور فارسی میں مکین کے شاگرد ۔

۱۵۔ انشاء: بزرگوں کا وطن نجف اشرف ۔ یہ خود مرشد آباد میں پیدا ہوئے عربی فارسی اور ریختہ میں کہتے ہیں ۔ ایک مثنوی بنام سفیر و برنج مولانا بہاء الدین آملی کی مثنوی نان و جو کے جواب میں لکھی (تذکرہ ہندی)
انشاء کا سال ولادت کسی نے نہیں لکھا دیگر شواہد کی بنا پر اسلم پرویز صاحب نے ۱۱۶۹ھ قرار دیا ہے ۔ تاریخ وفات بہ قول نسبت سنگھ نشاط ۱۲۳۳ھ اور بقول مصحفی ۱۲۳۲ھ ۔ اول الذکر مرجح ہے ۔
انشاء نے کس سے اصلاح لی یہ پتہ نہیں قیاس چاہتا ہے کہ اپنے والد حکیم ماشاء اللہ خاں مصدر سے اصلاح لی ہو جو خود بھی بڑے بدیہہ گو شاعر تھے انیس الاحباء میں انشا کا شمول متقاضی ہے کہ ان کو فاخر مکین کا شاگرد سمجھا جائے مگر مولف نے اسکی صراحت نہیں کی بلکہ صرف اپنی ذاتی دوستی کا اشارہ کیا ہے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اپنے احباب کا بھی اس میں ذکر ہے اسی لئے انیس الاحباء نام رکھا ۔ ہاں یہ یقینی ہے کہ انشا مکین کے یہاں آتے جاتے تھے ۔ اور تعلقات تھے ۔ انشاء کے بیٹے تعالی اللہ خاں کا ان کی زندگی ہی میں انتقال ہوگیا تھا ۔ انشاء کی ایک لڑکی میر منشا سے بیاہی تھیں ۔ بیوی کے مرنے کے بعد منشا بنگلہ آئے اور یہیں ۱۲۵۵ھ میں وفات ہوئی ۔ مزار شاہ ارزاں کی درگاہ میں (تذکرہ بزبان شعاد) (مرتبہ راقم) انشا سعادت علیخاں کے مصاحب بن گئے اور اپنے فن کی مٹی پلید کی ۔ دو سو روپیہ مشاہرہ ملتا تھا ۔ انشا اپنی جودت طبع اور ذہانت فطری کی وجہ سے کسی سے دبتے نہ تھے بلکہ جھگڑالو تھے ۔ عظیم ، اور مصحفی سے معرکہ آرائیاں ہیں ۔ تفصیل دیکھئے آب حیات ، خوش معرکہ زیبا اور مجموعہ نغز میں) مرزا سلیمان شکوہ

سے بھی وابستہ تھے۔ مصحفی سے دوستانہ تھا۔ (میر حسن) ان کی قدرت کلام
کے بہت قائل ہیں۔ دریائے لطافت قتیل کی شرکت میں لکھی اور ایک
داستان "رانی کیتکی اور اودے بھان" زبان ہندی میں لکھی جس میں ایک
لفظ بھی فارسی یا عربی کا نہیں۔

بزم سخن میں ہے کہ مصحفی سے اصلاح لی پھر برگشتہ ہوگئے۔ یہ بیان
صحیح نہیں۔ تذکرہ آزردہ میں ہے کہ سنا گیا کہ آخر عمر میں دماغ ماؤف ہوگیا
تھا۔ ان کا دیوان سنہ ۱۲۷۱ھ میں محمد حسین آزاد کے اہتمام سے ان کے والد
باقر کے مطبع میں چھپا۔ اس کے بعد نول کشور نے چھپایا۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں ہندوستانی
اکاڈمی الٰہ آباد نے چھاپا پھر بھی کچھ کلام غیر مطبوعہ مخطوطات میں ملتے ہیں۔
اسلم پرویز نے شاہراہ دہلی سے "انشاء اللہ خاں عہد اور فن" پر ایک
مستقل اور مفید کتاب شایع کی۔

انشاء کے کچھ خاندانی حالات بیان کرنا مناسب ہوگا۔

انشاء کے دادا سید نور اللہ خاں کا سلسلہ نسب حضرت جعفر صادق
سے ملتا ہے۔ وطن نجف اشرف۔ انشاء کے پردادا سید رشید الدین پرسالی
پاپیادہ حج کو جاتے تھے۔ شہید ہوئے۔ سید نور اللہ بھی حکیم تھے۔ اور فرخ سیر
کی علاج کے لئے بلائے گئے تھے۔ فرخ سیر نے انعام و اکرام سے مالا مال کیا
اور ان کی دوسری شادی وزیر سلطنت قطب الملک کی بڑی لڑکی
سے ہوئی۔ انشاء کے والد بھی حکیم تھے۔ مصدر تخلص بڑے نڈر اور شجاع۔ جسم
زخموں سے چور تھا۔ مصدر دہلی سے مرشد آباد آئے یہیں انشاء پیدا ہوئے۔

مصدر کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی عجیب النسا بیگم نواب بنگالہ کی لڑکی تھیں
ان سے مسیح اللہ خاں اظہر تولد ہوئے۔ ان کی دوسری بیوی سے انشا پیدا ہوئے
مصدر فیض آباد چلے گئے۔ پھر دہلی گئے مگر پھر واپس آئے اور فرخ آباد میں مقیم
ہوئے اور یہیں انتقال کیا۔

انشا کو دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ ایک لڑکا تعالی اللہ خاں
۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۱۸ھ میں فوت ہوا۔ دوسرا لڑکا سید شکر اللہ۔
اسکی وفات ۱۲۲۳ھ میں ہوئی۔ انشا کی دو لڑکیوں میں ایک کا نام مولائی
بیگم تھا جو میر منشا کو بیاہی گئیں۔ مولائی بیگم بعارضہ چیچک سترہ برس کی عمر میں ۱۲۱۸ھ
میں انتقال کر گئیں۔ دوسری بیٹی کی شادی میر محمد تقی سے ہوئی۔ ان کے ایک
تیسرے داماد کا بھی نام ملتا ہے یعنی سید معصوم علی جنکی بیٹی یعنی انشا کی نواسی
مرزا دبیر سے بیاہی گئیں۔ مرزا اوج انشا کے نواسی کے لڑکے ہوئے۔ انشا کے
سوتیلے بھائی مسیح اللہ خاں تھے جن کے بیٹے ہدایت اللہ ہدا تھے۔ ہدا
صاحب دیوان تھے۔ دیوان کے دیباچہ سے مذکورہ بالا اطلاعات ملتی ہیں۔
انشا کی تین نواسیاں۔ حیدری بیگم، محمدی بیگم اور ننھی بیگم تینوں محلات
میں مرثیہ خانوں میں ملازم تھیں۔ ننھی بیگم بڑی حسین تھیں آخر میں واجد علی شاہ
کے محل میں داخل ہوئیں اور نشاط محل لقب پایا۔

۱۶۔ تقی: یہ غالباً وہی میر گھاسی ہیں جنکا تذکرہ نکات الشعرا،
گردیزی اور مخزن نکات میں بھی ہے اگر یہ مکیں کے شاگرد تھے تو استاد
شاگرد کی عمر میں کم ہی تفاوت ہوگا۔ ۱۱۶۵ھ میں مکیں کی عمر ۳۴ سال کی ہوتی ہے

اور میر نے گھاسی کو جوان بتایا ہے قائم ان کو میر کے یاروں میں لکھتے ہیں۔ اس کا
امکان ہے کہ فارسی میں مکیں کو کلام دکھایا ہو۔ تذکروں میں ان کو مرثیہ گو کہا گیا ہے
سخن شعرا میں ایک شاعر سید محمد تقی تقی کا ذکر ہے جو میر محمد عظیم کے مریدوں
میں تھا۔ اور ایک شعرا دو کا لکھا ہے۔ معلوم نہیں یہ کون ہیں؟ روز روشن
میں ایک شاعر میر تقی تخلص تقی کا حال لکھا ہے۔ روز روشن فارسی تذکرہ
ہے اس میں یہ عبارت ہے "محمد تقی دہلوی۔ دہلی سے لکھنؤ پہنچے اور نواب
آصف الدولہ بہادر کی نوازشوں سے بہرہ مند ہوئے۔" بظاہر تو یہ میر تقی
میر معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا تخلص تقی کہاں؟ میر تھا۔ غرض ان کی شخصیت
ابھی مبہم ہے۔ انشا کے ایک داماد کا نام میر محمد تقی تھا۔ ممکن ہے یہی ہوں۔

۱۷۔ **دیوانہ**: رشتہ دار مہا نراین۔ نہایت پرگو وضع مغلوں کی رکھتا
تھا۔ فارسی کا دو دیوان۔ سنہ ۱۲۰۴ھ میں انتقال راجہ مہا نراین مہندر کے
بھانجا۔ یہ خود دہلی میں پیدا ہوئے وہیں نشو ونما ہوئی۔ پھر لکھنؤ آئے
اور جاگیر ملی۔ فقرا اور شعرا کا جمگھٹ ان کے یہاں رہتا اور سب کے ساتھ سلوک
کرتے۔ پہلے ریختہ کہتے تھے دیوان مرتب کیا پھر فارسی کہنے لگے اور مکیں کے
شاگرد تھے اسکے بعد ان بن ہو گئی۔ پرگو تھے۔ دو تین غزلیں روزانہ
کہتے اشعار ایک لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔ چار دیوان تھے، دردیہ عشقیہ
شرفیہ، اور چوتھا دیوان حزیں کے جواب میں، پانچواں دیوان بھی مرتب کر رہے
تھے کہ ان کی زندگی نے جواب دے دیا۔ بھگوان داس ہندی سے بہت شفقت
کرتے۔ ہندی نے تاریخ وفات کہی۔ "بہشت یافتہ" اس سے ۱۲۰۳ھ برآمد ہوتے

ہیں ۹ رمضان روز چہار شنبہ تھا۔ بعضوں نے سال وفات ۱۲۰۳ھ بتایا۔ ہندی کا قول ہے کہ وہ عیادت کو گئے دیوانہ نے کہا کہ میرے مرنے پر اُڑ گیا" کی فکر کرنی چاہیے اور اسی طرف گنگا کی سمت روانہ ہوئے ایک مدت کے بعد انتقال کیا۔ ان کی خاکستر آب گنگا میں ڈال دی گئی۔

۱۸۔ تسلی : پسر گوپال رائے بخشی برادر خورد لالہ بھولا ناتھ جو کہ خدمت دیوانی کچہری بخشی گری فوج نواب وزیر سے متعلق تھے ان کے بزرگوں کا وطن کرہل قصبہ اٹاوا ہے۔ تسلی کی نشو و نما لکھنؤ میں ہوئی۔ پشمینہ فروش جو ابتدا میں ریختہ میں کہیں ان پر مصحفی سے اصلاحیں لیں۔ مصحفی تذکرہ ہندی میں (۱۲۰۹ھ) ان کی عمر کا تخمینہ پچیس برس سے زیادہ بتاتے ہیں۔ حالانکہ تسلی نے خود اپنی عمر ۱۱۹۹ھ میں ۱۲ سال کی بتائی ہے۔ تسلی کا معرکۃ الآرا کارنامہ ان کا ایک فارسی شعرا کے کلام کا انتخاب ہے۔ جس کا نام مجموعۃ الشعرا ہے جو مولف کے دعوی کے مطابق سات سو فارسی دواوین کا نچوڑ ہے۔ اس کا ایک نسخہ لکھنؤ یونیورسٹی میں ہے۔ تفصیل پروفیسر مسعود حسن رضوی کی نگارشات ادیب میں دیکھئے۔ تسلی کے والد کا نام رائے گوپال رائے تھا جو محکمہ بخشی گری میں خوش حال رائے کے نائب تھے۔ بڑی فارغ البالی سے بسر ہوتی تھی۔ تسلی کو شاعری کا بڑا ذوق تھا۔ ہر جمعہ کو اپنے یہاں مشاعرہ منعقد کرتے مسعود حسن رضوی کے بیان کے مطابق اس مشاعرہ میں منت، میر تقی، مکین، قتیل، سوز، مصحفی، میر حسن، انشا وغیرہ قریب سو شاعر جمع ہوتے اللہ شعر و سخن اور رقص و سرود کی مجلس جمتی۔ اخیر وقت میں یہ بنڈیل کھنڈ

چلے آئے تھے۔ یہ سات کتابوں کے مولف تھے۔ یعنی دو دیوان، ایک فارسی اور ایک اردو کا مجموعۃ الشعرا، فارسی غزلیات کا مجموعہ، ایک مجموعہ فارسی مثنویوں کا، دو کتابیں فارسی انشا، میں اور ایک قصہ اردو نثر میں مرقع شعرا میں سکسینہ نے ان کی تصویر شایع کر دی ہے مجموعۃ الشعرا کے سوا ان کی کوئی تالیف اب کہیں دستیاب نہیں۔ تسلی کی ولادت ۱۱۸۷ھ میں ہوئی ہوگی۔ وفات کا سال معلوم نہیں۔

۱۹۔ حسن: بن خواجہ ابراہیم نبیرہ حضرت خواجہ کمہاری۔ خواجہ مودود چشتی کی اولاد سے ہیں۔ قران و حدیث پر عبور تھا۔ ریختہ کے صاحب دیوان شاعر۔ پہلے بریلی میں قیام تھا وہاں سے فیض آباد گئے پھر لکھنؤ آ کر رہے نواب وزیر ان کی عزت کرتے تھے۔ پہلے حسرت سے اصلاح لیتے تھے۔ پھر جراءت سے دوستانہ ہوا۔ طبیعت رنگین اور عاشقانہ تھی۔ طلسم اور شعبدہ بازی سے بھی دلچسپی تھی۔ ہر غزل کے مقطع میں اپنی محبوبہ کا نام بخشی لاتے ہیں۔ میر حسن اور ان کے کلام میں بھی چیزوجہ امتیاز ہے (تذکرہ ہندی)

وطن شاہجہاں آباد۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ خواجہ حسن بن خواجہ ابراہیم بن غیاث الدین بن محمد شریف بن ابراہیم (خواجہ کہمار) ساکن پہاڑ گنج۔ مدینہ سے شوق تھا علم نجوم میں بھی دستگاہ تھا۔ نواب سرفراز الدولہ میرزا حسن رضا خاں سے توسل تھا۔ ریختہ کے صاحب دیوان شاعر ہیں (گلشن ہند) حسن اور بخشی کی داستان محبت جراءت نے نظم کی ہے۔ ان کے دیوان کا ایک نسخہ کلکتہ میں اور ایک علی گڈھ میں ہے۔ کریم الدین نے طبقات میں لکھا ہے کہ حکیم قدرت اللہ نے

اپنے تذکرہ میں بیان کیا ہے کہ حسن اہل لکھنؤ کی ہدایت باطنی کرتے تھے اور انکو نذرانہ دیتے تھے۔ مطبوعہ نسخہ مجموعہ نغز میں یہ بات نہیں۔ صحیفہ لاہور میں حسن پر ایک سیر حاصل مضمون شائع ہوا ہے۔

۲۰۔ نوا: فتح علی شاہ ایران کے عہد میں ایران پہنچے اور ملازمت کی عزت حاصل کی۔ سعدی ہندی خطاب ملا عجم سے واپسی پر فرخ آباد میں تا حیات رہے (صبح گلشن) ایک مثنوی وامق و عذرا ان کی تصنیف ہے (گیان چند ص۲۷۶) شاہزادہ مرزا جواں بخت سے خطاب پایا (خوش معرکہ زیبا) جرأت سے معارضہ ہوا نوبت ہجو گوئی تک پہنچی۔ دیکھئے معاصر ۲۔ اور خوش معرکہ زیبا) سیر ہندوستان مولفہ وحید الدین میں ہے کہ حیدر آباد بھی گئے اور وہاں چندو لال کی وساطت سے نواب فولاد جنگ پسر نواب نظام علی خاں سے متوسل ہوئے اور بدایوں آکر ۱۲۴۴ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات یہ ہے "نوا فخر بدایوں بود زابر" یہی تاریخ صحیح ہے۔ (بحوالہ دستور الفصاحت حاشیہ)

۲۱۔ ملال: مزید حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

۲۲۔ اوباش: میشیخ امیر الزماں بجنوری۔ لکھنؤ کے شیخ زادوں میں سے تھے جو کچھ کہا سب کو ایک بیاض میں لکھا اور مصحفی کو دکھلایا۔ اسی سے مصحفی نے اپنے تذکرہ کے لئے اشعار منتخب کئے۔ مصحفی کے شاگرد تھے (خوش معرکہ زیبا) بعض تذکروں میں پیرزادہ بھی لکھا ہے اور وطن لکھنؤ۔ ۱۷۹۳ء میں جوان تھے۔

۲۳۔ جرأت: یحییٰ مان آبائی نام شیخ یحییٰ مان رائے مان کی اولاد سے۔ دہلی

ہیں گوچہ بدائے مان موجود ہے صغر سنی میں دلی سے پورب چلے آئے اور یہیں نشوونما ہوئی۔ علم نجوم اور ستار نوازی میں مہارت تھی۔ نوجوانی میں اچانک نابینا ہو گئے (تذکرہ ہندی)

باپ کا نام حافظ مان (امان) عمر بیکاری میں کٹی اور بے روزگار رہے ابتدا میں محبت خان کچھ سلوک کرتے تھے 1215ھ میں مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار سے کچھ امداد ملتی ہے۔ (لطف) صحیح سال وفات ۱۲۲۴ھ۔ کریم الدین طبقات میں لکھتا ہے کہ عنفوان شباب ہی میں جان بحق ہوا۔ درمیان ۱۲۲۴ھ کے فوت ہوا۔ خوبصورتوں اور گانے والوں کے ساتھ بہت گھلا ملا رہتا۔ امرد پرست تھا۔ مرزا سلیمان شکوہ کا دلدادہ رہا تھا۔ آب حیات میں تفصیل سے ذکر ہے۔ ان کا دیوان علی گڑھ سے شایع ہوا ہے۔ پروفیسر حسن نے بھی مجلس ترقی ادب لاہور سے پھر اب نیپلز (اٹلی) سے بڑے اہتمام سے شایع کر رہے ہیں۔ اسکی پہلی جلد شایع ہو چکی ہے۔ جرأت اور انشا سے چھیڑ چھاڑ رہی اور آخر ہجو گوئی پر اتر آئے خوشی معرکہ زیبا میں اسکی تفصیل ہے۔ معارضہ جرأت و انشا پر ایک مکمل مضمون معاصر ۲ میں چھپا ہے۔ مصحفی کا دل بھی جرأت سے صاف نہ تھا۔ شاعری میں چوٹیں چلتی تھیں۔ پہلے دوستانہ تعلقات تھے۔ جرأت کی کئی مثنویاں اس کے دیوان میں ہیں۔ دیوان کا مخطوطہ نسخہ ہانکی پور میں ہے۔ جرأت کی مثنویوں پر محمد یونس صاحب ام اے نے تحقیقی مقالہ لکھکر پٹنہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ علم نجوم اور ستار نوازی میں یکتا تھے۔ جرأت کے کسی ضخیم دیوان سری رام کے پاس تھے اب شاید بنارس میں ہوں۔

۲۴۔ دوست : مزید حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

۲۵۔ خوش وقت : خوش وقت رائے کا تخلص شاداب تھا۔ وطن چاندپور شاگرد قائم و مصحفی (سخن شعرا) میر حسن لکھتے ہیں کہ چاندپور ندیہ ان کا مولد ہے۔ منشی ہیں۔ نثر اچھی لکھتے۔ اپنی ہم چشموں میں باعزت زندگی بسر کرتے ہیں۔ شاداب تخلص۔ ان کا ایک اردو شعر بھی لکھا ہے ؎

دیکھ اسکے منہ پہ زلف سیہ فام کے تئیں
کیا زیب دی ہے کفر نے اسلام کے تئیں

اور یہ رائے دی ہے کہ واقعی اس کافر نے خوب مضمون پیدا کیا ہے جس سے کفر ظاہر ہوتا ہے (میر حسن)

۲۶۔ عاصی : ہندو شعرا میں ان کا نام ریختہ گو کی حیثیت سے آیا ہے۔ طوطارام نام تھا۔

۲۷۔ پروانہ : راجہ جسونت سنگھ عرف کاکاجی۔ ان کے باپ راجہ بینی بہادر نواب شجاع الدولہ کے رکن رکین تھے۔ فارسی میں ریوانہ کے شاگرد تھے پھر ریختہ گوئی میں زیادہ منہمک رہے، پہلے میر، میر حسن اور بقاء اللہ سے غایت اعتقاد تھا۔ پھر مصحفی سے رجوع ہوئے اور مشورہ سخن کرنے لگے۔ مصحفی ان کے رتبہ شاعری کی تعریف کرتے ہیں (تذکرہ ہندی) شاہ عالم کے سال بعد جلوس بست و چہارم میں لکھنؤ میں تھے۔ (گلزار ابراہیم)

ناسخ نے تاریخ وفات کہی " پروانہ بر دو شمع ہم دائے برد "

ضمیمہ

احوال مرزا فاخر مکیں

[تذکرہ انیس الاحبا فاخر مکیں اور ان کے شاگردوں اور
پھر شاگردوں کے شاگردوں کے احوال پر مشتمل ہے اس لئے یہ مناسب
ہے کہ مکیں کے حالات بھی ضمنی طور پر جیسا کہ انیس نے لکھا ہے بیان کر دیئے
جائیں۔ ہر چند مکیں اردو کے شاعر نہ تھے مگر ان کے شاگردوں کی ایک
کثیر تعداد ریختہ گوئی پر مائل تھی۔ یہ دور ریختہ گوئی کے بعد ان چڑھنے
کا تھا۔ انیس نے فتح الباب کے عنوان سے فاخر مکیں کے حالات قلمبند
کئے ہیں۔ مجملاً اسی سے حالات پیش کئے جاتے ہیں۔ = عطا =]

جامع کمالات صوری و معنوی، معنی شناس سخن آفریں محمد فاخر
مکیں مدظلہ العالی بیس سال کی عمر میں علوم عربی و معلومات شاعری سے
فراغت حاصل کر لی تھی شعرائے دور قدیم اور ان کے متبعین کے طرز کو
جو مدت سے غیر مروج ہو گئے تھے اور جسکو شیخ علی حزیں نے دوبارہ تازگی

بخشی، تمکین نے فروغ دیا۔ آپ کے کمالات شعری کا شہرہ ہند سے ایران تک پہنچا۔ خلاق المعانی حضرت میرزا عظیمائے اکسیر اصفہانی سے شرف تلمذ حاصل کیا ابتدا ہی سے طبیعت قناعت پسند تھی، دنیوی علائق سے الگ رہے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ استغنا کے باعث نشیب و فراز عالم سے بے نیاز اور نذر و نیاز اکابرین سے مستغنی۔ بلکہ ضرورت کے وقت بھی کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کیا۔ آپ کے بزرگوں کا وطن نطنز تھا مگر خود شاہجہاں آباد میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۱۷۹ھ میں سیر و تماشا کے لئے لکھنؤ آئے۔ چند سال یہاں مقیم رہے۔ بہتوں کو شعر و شاعری کے رموز و نکات سے بہرہ ور کیا۔ یہاں سے دل برداشتہ ہو کر روضۂ حضرت سید اشرف جہانگیر کی زیارت کے لئے کچھوچھا گئے۔ کچھ دنوں وہاں رہ کر فیض آباد آئے۔ اور مسجد سرائے یونس خاں میں مقیم ہوئے۔ اور ارادہ کیا کہ اب کہیں نہ جائیں گے۔ مگر اتفاقاً نواب شجاع الدولہ کی التجا پر جب حضرت شاہ عالم الہ آباد سے فیض آباد آئے تو نواب وجیہ الدولہ خاں بہادر تخلص بریں جو حضرت کے راسخ العقیدہ مرید اور شاگرد تھے استدعا کی حضور کچھ دنوں کے لئے ہم لوگوں کے ہمراہ الہ آباد تشریف لے چلیں۔ ارشاد پناہی نے اسکو قبول نہ کیا۔ جب نواب بہت افسردہ خاطر ہوئے تو ارشاد پناہی نے ان کی دلجوئی کی خاطر تکلیف گوارا کی اور الہ آباد گئے۔ شاہ عالم بادشاہ نے جب ارشاد پناہی کی آمد کا حال سنا تو راجہ رام ناتھ ملقب بہ میرزا راجہ بہادر کی زبانی شرف ملاقات

کی خواہش ظاہر کی۔ آں جناب کو چونکہ سلاطین و امرا کے دربار میں حاضری سے نفرت تھی۔ عذر پیش کیا۔ بادشاہ کو چونکہ ملاقات کی ازحد خواہش تھی خود چل پڑے اور ایک باغ میں اقامت گزیں ہوکر ارشاد پناہی کو کہلا بھیجا کہ میں آپ اس قدر قریب آگیا ہوں اور مشتاق ملاقات ہوں قدرے قدم رنجہ فرمائیں۔ ناچار حاضر ہوئے۔ مزاج پرسی کے بعد اپنا کلام دکھلایا اور اصلاح کی تمنا ظاہر کی۔ ارشاد پناہی نے طوعاً وکرہاً قبول کیا۔ بادشاہ نے ایک دوشالہ عنایت فرمایا۔ چونکہ حضرت کو یہ بات ناپسند تھی کسی قوال کو وہ دوشالہ عنایت کر دیا۔ الغرض بادشاہ کے دہلی چلے جانے پر دو تین سال تک تو حضرت بھی وہیں رہے مگر پھر باوجود اصرار وہاں قیام نہ کیا اور لکھنو چلے آئے اور آج تک یہیں مقیم ہیں۔

تذکرہ ہذا کی عبارت بالا لکھنے کے بعد موہن لال انیس نے فاخر مکین کے انتقال اور مدفن کی خبر یوں رقم کی ہے:-

ان اوراق کے لکھنے کے بعد ارشاد پناہی ۲۱ محرم الحرام ۱۲۲۱ھ روز جمعہ نیم شب کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ احبا کو ان کی وفات کی خبر دی اور تین قطعات تاریخ رحلت لکھی۔ آپ کا مزار پر انوار یعنی لال برادر کو جگک راجہ دیا کشن دیوان رفیع الدولہ جہاں پناہ غازی الدین حیدر خاں بہادر کے باغ میں واقع ہے۔ یہ باغ روضہ ستیلا جی اور تالاب مہاراجہ ٹکیت رائے کے متصل ہے۔ اشٹمی بدی ماہ چیت اور پھر اشٹمی بدی ماہ اساڑھ بہادر یہ میلا لگتا ہے اور خلق جوق در جوق پوجا کے لئے آتے ہیں مجمع بڑا دلچسپ اور

بے نظیر ہوتا ہے۔ شام کے وقت میلہ کے تماشہ کے بعد لوگ وہاں سے اُٹھ کر مزار ارشاد پناہی کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

انیس نے سودا اور فاخر مکیں کے معارضہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ آب حیات میں تفصیل سے ذکر ہے۔ جھگڑا یوں شروع ہوا کہ ایک شخص اشرف علی خاں اشرف۔ تذکرہ شعرائے فارسی مرتب کر کے بغرض اصلاح مکیں کے پاس لائے۔ پہلے تو ٹال مٹول کیا۔ اور شرط یہ پیش کی کہ اشعار اساتذہ سند پر اصلاح دوں گا۔ اشرف راضی نہ ہوئے اور کتاب واپس لے گئے اور آیت اللہ ثنا کو دکھلایا مگر ناکام رہا ناچار پھر مکیں کے پاس آئے اور شرط منظور کر لی بلکہ مکیں نے اجازت نامہ اس مضمون کا لکھوایا کہ مکیں کے پاس پہلے لے گئے انہوں نے مشغولیت کی بنا پر معذوری ظاہر کی پھر ثنا کو دکھلایا لیکن ثنا نے غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط قرار دیا ناچار مکیں کے پاس لائے کہ وہ اس دور میں کامل استاد ہیں۔ اشرف ثنا پر اس توہین کو روا نہ رکھتے تھے مگر مکیں نے مجبور کیا تو اجازت نامہ لکھنا پڑا۔ غرض مکیں نے جا و بیجا اشعار اساتذہ پر اصلاحیں دیں۔ اشرف کو یہ ناپسند ہوا وہ واپس لے گئے اور سودا کو دکھلایا۔ غرضکہ سودا نے ایک رسالہ عبرت الغافلین لکھا اور اعتراضات مکیں کا جواب دیا اسکے علاوہ بھی مکیں پر سودا کی ہجویں ہیں۔ ضمناً قصیدہ رائیہ میں جو سودا کے شاگرد ان کی ہے اسمیں سودا اور مکیں کے معارضہ پر روشنی پڑتی ہے۔ آب حیات نے آب و رنگ دے کر اس قصہ کو دلچسپ بنایا ہے مگر روایت درایت پر پوری نہیں اترتی۔ سودا اور مکیں کے معارضہ پر ایک مفصل مضمون معاصر میں دیکھئے۔

مؤلف کی دیگر کتابیں

تنقید و تحقیق

مطالعہ شاد -/۴ ، مطالعہ حسرت ۳/۵۰ ، تقابلی مطالعے -/۳ ، تنقیدی مطالعے -/۳
تحقیقی مطالعے -/۴ ، تنقید و تشخیص (ارشد کاکوی) ۵/۵۰ -

تذکرے

سفینۂ ہندی -/۶ ، سفینۂ خوشگو -/۸ ، ریاض الوفاق -/۲ ، نشتر عشق -/۵
تذکرہ شورش -/۴ ، تذکرہ عشقی -/۴ ، طبقات الشعرائے ہند ۴ حصے -/۱۲ ،
صبح گلشن ۱/۵۰ ، گلشن و گلزار -/۳ ، روز روشن ۱/۷۵ ، شمع انجمن ۱/۵۰ ،
خوش معرکہ زیبا -/۵ ، بزم سخن و طور کلیم -/۳ ، چمنستان شعرا -/۲ ، تین تذکرے -/۳
نتائج الافکار ۱/۵۰ ، عقد ثریا -/۲ مسرت افزا -/۳ ، تذکرہ بینظیر ۱/۵۰ ،

منظومات

نذر غالب -/۳ ، نقشہائے رنگ رنگ -/۳ ، گلہائے رنگ رنگ -/۴ ،
جمال غزل -/۴ ، کمال غزل -/۴ ، تمام غزل -/۴ ، دیوان یقین (فارسی) -/۶ -
حیرت زار (بیدل) -/۴ ، میخانۂ تغزل -/۴ ، انتخاب کلام شعرائے بہار ۱/۸۵ ،